درس حدیث

محمد اظہر مدنی

سختی سے گریز کرنے کی تلقین

عن عائشة رضي الله تعالى عنها قال: ان يهود أتوا النبي صلى الله عليه وسلم فقالوا: السام عليكم. فقالت عائشة رضى الله تعالى عنها عليكم ولعنكم الله وغضب الله عليكم. قال النبي صلى الله عليه وسلم: مهلا يا عائشة عليك بالرفق واياك والعنف والفحش. قال: أولم تسمع ما قالوا: قال: أولم تسمعي ما قلت؟ رددت عليهم فيستجاب لي فيهم ولا يستجاب لهم في. (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

حضرت مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کچھ یہودی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا: تمہاری ہلاکت و بربادی ہو اور تم پر اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب ہو۔ اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائشہ تھوڑا ٹھہر جاؤ، نرمی اپناؤ، سختی اور بدکلامی سے بچو۔ حضرت عائشہؓ نے کہا اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ نے سنا نہیں ان یہودیوں نے آپ کو کیا کہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا تم نے نہیں سنا کہ میں ان کو کیا جواب دیا ہے۔ ان کے حق میں میری بات قبول ہو گئی جب کہ میرے حق میں ان کی بدعا قبول نہیں ہوگی۔

مذکورہ حدیث میں سختی نہ کرنے، عفوودرگزر سے کام لینے اور بدکلامی کا جواب خوش اخلاقی سے دینے کی تلقین کی گئی ہے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا عفوودرگزر آپ کی سیرت وکردار کا ایک اہم باب اور حصہ ہے بلکہ اسلام کی اشاعت میں آپ کے عفوودرگزر اور اخلاق کریمانہ نے بہت اہم رول ادا کیا ہے۔ اگرچہ معاندین اور مخالفین اسلام کا دعوی اور الزام اس کے بالکل برعکس ہے۔ اور جھوٹے الزامات لگا کر اسلام اور نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کردارکشی کی گئی لیکن مقام شکر ہے کہ اغیار نے نبیؐ کے عفوودرگزر اور اخلاق حسنہ کا برملا اعتراف بھی کیا ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت طفیل الدوسیؓ اور ان کے رفقاء نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے اللہ کے رسول! دوس قبیلہ نے نافرمانی کی اور (دعوت قبول کرنے سے) منع کر دیا۔ اس لئے آپ دوس قبیلہ کے خلاف بددعا کر دیجئے۔ (حاضرین) کی طرف سے کہا گیا کہ اب تو قبیلہ دوس تباہ ہو جائے گا۔ لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: اے اللہ دوس قبیلہ کو سیدھی راہ دکھا دے۔ (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلوک میں ہم سبھی کے لئے یہ سبق ہے کہ کسی کو عجلت میں سزا نہیں دی جاتی ہے قصورواروں کو سمجھنے کا موقع دیا جاتا ہے۔ کیوں کہ بددعا کوئی معمولی سزا نہیں ہے جس کو بددعا لگ جاتی ہے تو پھر دنیا کی کوئی دولت کام میں نہیں آتی ساری طاقت دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔

آج بھی مسلمانوں کی بہت بڑی آبادی سیرت کی بنیادی باتوں سے بے بہرہ ہے۔ اپنے سماج کے حالات کو دیکھتے ہوئے نبیؐ کے اخلاق وکردار کو اپنوں کے ساتھ غیروں تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔ خاص طور سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عفوودرگزر کے واقعات کو زیادہ سے زیادہ گھروں اور سیرت سے نئی نسلوں کو روشناس کرایا جائے تاکہ اغیار کی طرف سے اسلام اور نبی اکرمؐ کے کردار سے متعلق جو غلط فہمی اور افواہ پھیلائی گئی ہے اس کے ازالہ کے لئے اسلامی آداب واصول اور قانون کے دائرہ میں رہتے ہوئے جواب دیا جا سکے۔

نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ تعلیمات ہمیں عفوودرگزر سے کام لینے کی تلقین کرتی ہیں۔ آج گھر اور سماج میں جو لڑائی جھگڑے ہو رہے ہیں وہ سب آپ کے عفوودرگزر اور کردار سے نابلد ہونے کا انجام ہے یہودی نے آپ کو غلط طریقے سے خطاب کیا بددعا دی لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخلاق اور عفوودرگزر کا دامن نہیں چھوڑا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ طاقت سختی کرنے میں نہیں ہے بلکہ شائستہ طریقہ اپنانے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سبھی کو نبیؐ کے عفوودرگزر اور سیرت وکردار کو پڑھنے اور سمجھنے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

مدیر مسئول

اصغر علی امام مہدی سلفی

مدیر

مولانا محمد خورشید عالم

مدیر اعزازی: مولانا رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی   مولانا شہاب الدین مدنی   ڈاکٹر سعید احمد مدنی
مولانا اسعد اعظمی   مولانا طہ سعید خالد مدنی   مولانا انصار زبیر محمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
الجماعۃ کیا ہے؟	۹
عقیدہ توحید کی اہمیت	۱۱
استدراک	۱۳
رب کی پسند و ناپسند	۱۴
انسانی شرافت	۱۶
جب غیرت ہی کا جنازہ نکل جائے	۱۹
اسلام معذوروں کا اولین محافظ-ایک تاریخی تناظر	۲۱
پتنگ بازی ایک جان لیوا شوق	۲۵
تعارف کتاب	۲۷
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۱
اشتہار اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم	۳۲

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ	۱۵۰/روپے
فی شمارہ	۷/روپے
پاکستان	۵۰۰/روپے

بلاد عربیہ و دیگر ممالک سے ۳۵ ڈالر یا اس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد، دہلی۔ ۱۱۰۰۰۶

ویب سائٹ www.ahlehadees.org
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغر علی امام مہدی سلفی

عالم اسلام کا اضطرار و اضطراب اور استحکام و اطمینان کا راز

اگر مجموعی طور پر پورے عالم اسلام اور ساری دنیا پر نظر دوڑائی جائے اور عدل وانصاف سے کام لیا جائے تو ہر طرح کی ترقی سے شاد کام ہونے کے باوجود سارا عالم عموما اور امت مسلمہ خصوصاً اضطراب، بے چینی اور بے یقینی کی حالت میں جی رہی ہے۔ استحکام اور اطمینان کہیں بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ مادیت کا دور دورہ ہے اور دنیاداری میں پوری دنیا بھاگی بھاگی اور ماری ماری پھر رہی ہے۔ جو لوگ ایمان ویقین سے خالی ہیں اور دنیا اور اس کے ملذات کے حصول کو ہی سب کچھ سمجھتے ہیں، وہ زندگی کی دوڑ میں سرپٹ دوڑ رہے ہیں۔ دوسروں کا خیال نہیں کرتے، اپنی زندگی اور خیالات میں مگن ہیں۔ اس لیے نت نئے حالات سے دوچار ہو رہے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو ایک خالق و مالک اور مولیٰ ومختار کے ماننے والے ہیں، معبود برحق اللہ جل جلالہ کو مان چکے ہیں اور خلق وتدبیر، تقدیر، یوم آخرت اور یوم جزاء وسزا پر یقین کامل رکھتے ہیں، ایک ایک عمل کا اور پائی پائی اور ایک ایک لمحہ کا حساب وکتاب ہونے اور اس کی کاؤنٹنگ پر یقین رکھتے ہیں، ایک نمونہ اور اسوہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اپنا آئیڈیل اور ہر طرح کا سانچہ قرار دیتے ہیں۔ جو اس میں ڈھلا وہ کامیاب ہوا اور جو ان کے نمونہ پر پورا نہ اترا تو اس کی تمام تگ ودو، قول وکردار اور جدوجہد رائیگاں اور بیکار جائے گی۔ بلکہ محرومی وملامت اور عذاب وعقاب کا ذریعہ بنیں گے۔ اور عاملة ناصبة کی روشنی میں جن کی ایک ایک حالت وکیفیت اور احوال وکوائف کو قلمبند کرنے والے فرشتے اور صبح وشام ان کی رپورٹ پہنچانے والے ملائکہ رپورٹ تیار کررہے ہیں جو نافرمانی نہیں جانتے، رشوت ولالچ نہیں سمجھتے، کسی دباؤ میں نہیں آتے، وہ ''یفعلون ما یومرون'' کے وصف خاص کے ساتھ اپنے رب کریم کی طرف سے متعین کی گئی ڈیوٹی بجالاتے ہیں۔ ان ہی میں سے سب سے بڑے اور امین کے ذریعہ کتاب زندگی، ہدایت زندگی اور کتاب وام الکتاب دی گئی تھی۔ وہ اس کی کسوٹی پر پورا نہ اترنے والوں اور اعراض کرنے والوں کے کرتوتوں اور اعمال کو ہو بہو نقل کرتے ہیں۔ پکچر بناتے ہیں، آڈیو وویڈیو اور

انسانی وہم وگمان میں بھی جو طریقے، سہولتیں آلات ومشینات نہیں ہوں گے ان کے ذریعہ سب کچھ کیمرے میں قید کررہے ہیں۔ پھر وہ خود علیم بذات الصدور ہے اوراس پر زمین وآسمان کی کوئی چیز پوشیدہ بھی نہیں۔ ’’لَا یَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ‘‘(سبا:۳)’’اللہ تعالیٰ سے ایک ذرے کے برابر کی چیز بھی پوشیدہ نہیں نہ آسمانوں میں اورنہ زمین میں بلکہ اس سے بھی چھوٹی اور بڑی چیز کھلی کتاب میں موجود ہے‘‘، سب کا خالق و مالک اور مختار کل ہونے کے باوجود ان سے ذرہ برابر غفلت نہیں برتتا ہے اور نہ ان کو ٹھیک ٹھاک رکھنے اور محفوظ رکھنے سے وہ عاجز ودرماندہ ہے۔ بلکہ حقیقی طور پر حي وقیوم وہی ہے وہ بھی سب کچھ جانتا اور دیکھتا رہتا ہے۔ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اس پر ایمان لانے والے اور اسی پر مرنے مٹنے کے دعویٰ کرنے والے آخر کیوں مصیبتوں اور آزمائشوں میں گھرے ہوئے ہیں؟

حق تو یہ ہے کہ دنیا میں جتنے اوقات وحالات گذرے ہیں خصوصا عالم اسلام میں آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سے آج تک اس پیمانہ پر اوراس انداز سے امت پر ایسی تباہی اور بے وقعتی اور بے وزنی کبھی نہیں آئی۔ کسمپرسی کا ایسا عالم کبھی نہیں رہا۔ بے چینی ایسی کبھی نہیں رہی۔ ذلت ونکبت اور بے بسی کی ایسی کیفیت مکی زندگی میں بھی نہیں تھی۔ وہاں بھی دار وگیر اور دھرپکڑ اور ضرب وقہر کا ایک خاص وقت ہوتا تھا اور سب کے ساتھ اور ہر وقت ایسا نہیں ہوتا تھا جو آج ہورہا ہے۔ اور وفادار اور ایماندار معروف معنیٰ میں نہ ہونے کے باوجود حبشہ جیسے دوسرے براعظم میں اور دوسری جگہوں پر لوگ ہجرت کرجاتے تھے۔

ہجرت کی راہ کھلی ہوئی تھی۔ خود یثرب مدینہ طیبہ کی سرزمین مومنین کے لیے سب سے مضبوط قلعہ ثابت ہوئی۔ جہاں مشرکین کی کثرت تھی وطن سے دوری تھی اور یہود جیسی مضبوط اور سازشی مضبوط قومیں موجود تھیں، لیکن آج کی حالت کیا ہے کہ نہ اپنے گھر میں فرد محفوظ ہے، نہ جماعت۔ خود عالم اسلام کے اکثر خطوں میں مسلمانوں پر مسلمانوں کے ہاتھوں عرصہ حیات تنگ ہورہا ہے اور اب وہ اسلامی ممالک اپنی بقاء کسی اور بیساکھی کے مرہون منت جانتے تھے اور حق دوستی یا اھون البلتين بوجوہ برداشت کرتے تھے۔ اب ان کے ایوان اور دیوان بھی محفوظ نہیں۔ دنیا کی کسی سرزمین پر جائے پناہ نہیں اور ہجرت کے لیے کوئی ملک مہیا بھی نہیں۔ ایک ملک سعودی عرب تھا جہاں مختلف ملکوں کے حالات کے مارے اسلام پسندوں کو پناہ اور عزت ملتی تھی، اسے بھی انہوں نے اپنی تکفیری درانتی پر چڑھا کر اور نئی نسل کو سیاست سکھا کر اعداء اسلام کے لیے تر نوالہ بنادینے کی کوشش کی جارہی ہے، لیکن وہ اپنی سخت قوت جانی اور فراست ایمانی سے بچتا اور بڑھتا جارہا ہے۔

اس لیے بجا طور پر محققین ومفکرین، دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ موجودہ دور کا مسلمان سب سے زیادہ مظلوم ومقہور اور ذلت ونکبت اور مسکنت کا مارا ہوا ہے اور حالات کا دھتکارا ہوا بھی ہے۔ ایک عربی شاعر نے تو بہت پہلے کہا تھا:

انی اتجهت الی الاسلام فی بلد
تجده کالطیر مقصوصا جناحاه

اب روئے زمین پر اسلام اور مسلمانوں کی کوئی جگہ نہیں بچی جہاں وہ پر کٹے پرندوں کے مانند زندگی جینے اور آہ وکراہ پر بھی مزید ظلم کو دعوت دینے اور رہے سہے وجود کو بھی ختم کردئے جانے کا پیش خیمہ ثابت نہ ہو۔

اگر احمقوں کی جنت، دھوکے کی ٹٹی، شتر مرغ کی پناہ اور زندگی اور قدرے قلیل وقتی عافیت کی زندگی ہی کو اپنے وجود کے لیے کافی سمجھ لیا گیا ہے تو مظلوم ترین فلسطین پر ایک نظر ڈال کر کے دیکھو۔

آخر وہ سسکنے کے علاوہ بلبلانے کے سوا اور بھوک، گرمی، سردی ور زخموں، کٹے پھٹے جسموں اور لگی ہوئی لاشوں کے انباروں پر ادنیٰ آواز لگانے پر بھی کس بے دردی اور بے پروائی سے گولیوں سے بھون دیئے جارہے ہیں، بموں سے اڑا دیئے جارہے ہیں اور نیم جان جسم جہاں قوت لایموت کے لیے دوڑائے جاتے ہیں وہاں لقمۂ ذلت بھی ملنے کے بجائے راکٹوں اور میزائلوں کی دہکتی ہوئی آگوں اور انگاروں سے بھسم کردیئے جارہے ہیں۔

عالم میں ایک ہی ملک ہے جو کسی قدر بولنے، للکارنے، برسرپیکار ہونے اور مسلسل انقلاب کے بعد ہی سے جٹا ہوا ہے یا ہمت جٹائے ہوئے ہے اس کی طاقت وقوت کے مظاہر بھی پڑوسی ملکوں میں ملیشاؤں اور خود فوجی قوتوں کے ذریعہ ظاہر وثابت ہوتے رہتے ہیں۔ اس کا خود حال یہ ہے کہ فلسطینی مظلومین کے لیے کوئی نمائشی ہی سہی میٹنگ میں نہیں، اپنی اہم ترین تقریب میں اپنے جیسے پیروکار، فرماں بردار اور اطاعت شعار فلسطینی لیڈر کو اپنے گھر کے خاص حصے میں ہی ذبح ہوجانے کے لیے چھوڑ دیتے ہیں اور غنیم کو سالم وغانم بڑی مستی وآسانی سے شکار و یلغار کرکے چلے جانے کی چھوٹ دیتے ہیں اور پیچھا کرکے بعد از خرابی بسیار ہی سہی مصنوعی راکٹ بھی نہیں داغتے۔ آہ! اب تو قطر جیسا پرامن و

محسن اسلامی ملک بھی اپنے گھر میں ہی محفوظ نہیں۔ آخر یہ ہو کیا رہا ہے؟ اور مسلمان اور عالم اسلام جا کہاں رہا ہے؟

یہ سوال تو ہر مسلمان اور انصاف پسند، انسانیت نواز اور دردمند دل ہر جگہ اٹھا رہا ہے۔ ہمارے ملک ہندوستان اور بعضے عالم اسلام کا پر جوش و ہمدرد مسلمان خصوصا اٹھا رہا ہے۔ بلکہ واویلا کر رہا ہے۔ عالم اسلام کے خلاف ہنگامہ مچا رہا ہے۔ انقلاب لانے کا خواب آنکھوں میں سجا رہا ہے۔ طعن وطنز اور تشنیع کے ڈونگرے برسا رہا ہے۔ بدزبانی و بددعا کے دہانے کھول رہا ہے۔ خود مسلمانوں کو آپس میں الجھا رہا ہے۔ نفرتیں پھیلا رہا ہے، تعصب اور دشمنیاں عرب وعجم کے نام پر، تو کہیں فرقوں اور مسلکوں کے نام پر، تو کہیں افکار ونظریات اور خیالات کی درانتی پر چڑھا رہا ہے۔ بلفظ دیگر زوال پذیر اور غلام اقوام کی ساری سنتیں پورے اخلاص اور جوش سے انجام دے رہا ہے۔ اور اصل مداوا کرنے، بچی کھچی قوت کو مجتمع کرنے، ایک مومن اور انسان کا حقیقی کردار ادا کرنے کے بجائے ”سددوا وقاربوا، بشروا ولا تنفروا، المومن مرآة المومن“ کا کردار ادا کرنے ”الناصح الأمين“ بننے، نفرت کی آندھیوں کے بیچ محبتوں کے طوفان برپا کرنے، لادینیت اور انسانیت کشی کے جواب میں دین وایمان کا ماحول بنانے اور انسانیت کے پھلنے پھولنے کا سماں باندھنے کا کارنامہ وفریضہ انجام دینے کے بجائے نفرتوں کی کھیتیاں کر رہا ہے اور جلتی پر تیل ڈالنے کا کام انجام دے رہا ہے۔ کفر کی آندھیاں چل رہی ہیں۔ ظلم و شرک اور جہالت و بدعت اور الحاد کے جھکڑوں میں ایمان کی باد بہاری اور اخلاق وعلم کی آبیاری کے بجائے انسان اور اسلام دشمنوں کی ہمنوائی دانستہ یا غیر دانستہ کر رہا ہے اور نادان دوست کا کردار ادا کرتے نہیں تھکتا۔

ضرورت ہے کہ پورے عالم کا محاسبہ کرنے اور پورے عالم سے اعتراف جرم وتقصیر کرانے کے بجائے ہم اپنے گریباں میں جھانک کر اپنا محاسبہ کریں اور اپنے اوپر عائد ذاتی وجماعتی اور ملی وملکی اور انسانی فریضہ ادا کریں۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ پورا عالم اسلام ہمارا ازلی اور اصلی دشمن بننے کے بجائے کیسے حقیقی دوست اور ہمدرد بن جاتا ہے۔ آخر ہمارے علماء، مفکرین، دانشور اور طلبا انجمنوں اور پرجوش نوجوانان ان اقوام اور ممالک وبلدان کے ساتھ بڑے ظلم وزیادتی اور امانت عظمی اور امن وسلامتی کے متاع گراں قدر میں خیانت کر کے کیسے ان کی ادنیٰ خیانت ودشمنی اور ظلم کا رونا رو رہے ہیں۔ اگر یہ اعتراف افراد امت جماعت اور شخصیات امت نے کر لیا تو، وہ دن دور نہیں جب لوگ یہی نہیں کہ ولی حمیم اور پرجوش ہمدرد بن جائیں گے بلکہ ”وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا“ (النصر:۲) ”اور تو لوگوں کو اللہ کے دین میں جوق در جوق آتا دیکھ لے“ کا سماں بندھ جائے گا۔ خصوصا اس دور میں جب ساری انسانیت اسی کی محتاج ہے اور اسی کی متلاشی ہے اور اسی کی منتظر ہے۔

لیکن اس کے لیے اپنے نفس کا حساب لینا ہوگا، اپنی غلطیوں اور کوتاہیوں کا اعتراف کرنا ہوگا اور اسوہ محمدی اور اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں اپنے آپ کو ڈھالنا ہوگا، یقین کو مضبوط کرنا ہوگا، اپنی اصل کو از سر نو پہچاننا ہوگا، اپنے وجود کو اس مچھر سے زیادہ بے وقعت جان اور برت کر ثابت کرنا ہوگا۔ سب سے بڑی چیز خواہشات نفسانی کا اسیر بننے سے روکنا ہوگا، ورنہ دنیا والوں کی طرح دنیا کی طرف ادنیٰ میلان ورجحان میزان وایمان کو مختل کر دے گا، دراصل ”وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ“، (الانبیاء:۴۷) ”قیامت کے دن ہم درمیان میں رکھیں گے ٹھیک ٹھیک تولنے والی ترازو کو“ کا سماں کل جو بندھنے والا ہے، وہ آج ہی قائم ودوائم ہے۔ اس دن تو صرف ناپ تول ہوگا۔ اصل کام آج ہی ہر حال اور ہر لمحہ ہو رہا ہے۔ دنیا میں اس کی جھانکی اور ادنیٰ جھلکی دکھائی جا رہی ہے کہ یہ دنی، حقیر، ناپائیدار اور عارضی ہے۔ اس کو قائم کرنے کے لیے اس میزان کو رکھنے اور وضع کرنے کی متحمل یہ زمین ہے ہی نہیں۔ اور نہ جسم انسانی ہے اور نہ وسعت آسمانی، نہ قوت روحانی ہے نہ قوت معنوی۔ یہاں تو ڈھیر کمزوری ہے۔ ضعف ہے، فقر ہے۔ کیا دیکھتے نہیں کہ اس حقیر دنیا کا ادنیٰ حملہ جسم کو چور چور کر دیتا ہے۔ جلا کر خاکستر کر دیتا ہے۔ روح کراہتے، چیختے پھر سے اڑ جاتی ہے، جسم وجان کا رشتہ ختم ہو جاتا ہے، اس میں دم ہی نہیں کہ وہ اس ترازو کے تولے ہوئے تمام بوجھ کو اٹھا سکے اور نہ نیک اعمال اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور آسمان وزمین سے زیادہ بھاری بھرکم نعمتوں کو سنبھال سکے۔ اور ان سب کو کم از کم دیکھ ہی سکے۔ اس دن جس میں حساب وکتاب ہوگا اور اعتراف گناہ ہوگا، پاور بڑھ جائے گی، روح اپنے اصل وقوی جسم میں پیوست ہو جائے گی۔ پھر اس کے نکلنے اور بھاگنے کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ اسی طرح ان تمام نعمتوں سے سرشار ہونے اور اس کا حقیقی مزہ لینے میں وقت کی قلت نہ مزاج پر گراں گذرے گی، نہ اکتائے گا، نہ طبعیت پر قلت وکثرت کی افتاد پڑے گی۔ ان تمام ترقوتوں کی حقیقی شکل میں عطا کیے جانے کے ساتھ دل میں جو مختلف قسم کے پردے پڑے رہتے ہیں یا پاور کی کمی کی وجہ سے حس وادراک کی قوت کمزور وغفلت کا شکار ہو جایا کرتی ہے وہاں دل اور آنکھوں پر چھائے ہوئے پردے اور ڈھکن

پورے طور پر ہٹ جائیں گے۔ ''لَقَدْ كُنتَ فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ'' (ق:۲۲) ''یقیناً تو اس سے غفلت میں تھا لیکن ہم نے تیرے سامنے پردہ ہٹا دیا پس آج تیری نگاہ بہت تیز ہے''، الحسنی وزیادہ کا معاملہ ہوگا جو دل کی آنکھ سے اپنے رب کو یہاں دیکھ خوش ہوتا ہے اس کی عظمت کے سامنے سرنگوں ہوجاتا ہے۔ اس کا حقیقی بندہ بن جاتا ہے، وہ آخرت میں سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھ کر بیحد و بے انتہا خوش ہوگا اور اپنے رب سے مل کر جو حاصل زندگی ہے محظوظ ہوگا۔

تو آیئے ایک جست میں ہم دنیا کی ان تمام مشکلات، دگرگوں حالات، پرآشوب واقعات وحادثات اور مسلمانوں اور ساری انسانیت پر آئی آفات اور مزید منڈلا رہے سانحات سے چھٹکارا حاصل کر کے دینوی وابدی فوز وفلاح پر خود بھی لگ جائیں اور عالم اور پوری انسانیت جن کے لیے ہم کو برپا کیا گیا ہے، کے لیے سراپا نجات دہندہ اور رحمت بن جائیں۔ ایسی سچی توبہ واستغفار کریں کہ ساری مصیبتوں خصوصا دین وایمان کے لیے فتنوں سے بچ جائیں اور ہماری ساری خطائیں، نقصانات اور گناہ وسیئات، ثواب وحسنات میں تبدیل ہوجائیں۔ توبۃ النصوح کرلیں، ''یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا'' (التحریم:۸) ''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے سچی خالص توبہ کرو''، ورنہ اس وقت جس طرح کی انابت الی اللہ، رجوع الی مولی کر رہے ہیں وہ بذات خود ایک ابتلاء ہے۔ حضرت رابعہ بصریہ اللہ تعالیٰ کی ولیہ کہا کرتی تھیں کہ 'استغفارنا یحتاج الی استغفار۔

اور کسی نے کس قدر دردناک منظرکشی کی ہے۔

سبحہ برکف، توبہ برلب، دل پُر از شوقِ گناہ
معصیت راخندہ می آید ز استغفار ما

آہ! ہاتھوں میں تسبیح پڑی ہے، توبہ واستغفار ورد زبان ہے، لیکن دل گناہوں کی لذت میں مشغول وملوث ہے۔ گناہوں کو بھی ہماری اس طرح کی توبہ واستغفار پر ہنسی آتی ہے۔

ہماری حالت تو ہے کہ مادیت نے دنیا والوں سے زیادہ ہم ایمان کے دعویداروں اور علمبرداوں کو مادیت پرست بنا دیا ہے۔ اپنے گناہوں میں لت پت ہوئے ایمان کے صراط مستقیم اور شاہراہ کو چھوڑ کر دنیا اور اس کی فکر کی پگڈنڈی پر سرپٹ دوڑنے کو لگا دیا ہے اور کبھی کبھی کوئی حادثہ اور سانحہ عظیم ہمیں ستاتا ہے اور ''جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا'' کی حالت ہوتی ہے اور توبہ واستغفار وتوبہ وانابت کی یہ حیثیت ہوتی ہے۔

رات بھر مئے پی اور صبح دم توبہ کرلی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

اس لیے میرے عزیزو، بھائیو! ہم سب نے جس درجے کی پستی میں اپنے آپ کو گرا لیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کا نام لینے والوں کی دنیا بھی دشمن اسی لیے ہے۔ لیکن ان کو کیا خبر ہے کہ ہم بھی انہی کے مشن پر لگے ہوئے انہی کی طرح ایمان سے خالی ہوتے جارہے ہیں۔ لیکن ہمارا کھوکھلا طور پر ''ربنا اللہ، کہنا ان کو برداشت نہیں، ورنہ وہ ہمیں مٹانے، بھگانے اور مارنے کے بجائے گلے لگاتے۔ جو جانتے بھی ہیں کہ ہم مسلمان نام کے سہی مگر وہ جو ہر وچنگاری اور خواب غفلت اور شراب دنیا اور اس کی مستی سے بیداری کا خوف ہر وقت ستا رہا ہے اس لیے وہ نت نئے ہتھکنڈے ہمارے خلاف اپنا رہے ہیں۔ ہماری بقا وجود سے خوف کھا رہے ہیں اور ہم کو حرف غلط کی طرح مٹا رہے ہیں۔ بقول شیطان بزبان شاعر

ہر گھڑی ڈرتا ہوں اس امت کی بیداری سے میں

کم از کم ان کی اکثریت کو یہ معلوم نہیں کہ آپ کا وجود سارے عالم کے لیے خصوصا ان کے لیے رحمت بیکراں ہے، آپ کا بحیثیت مسلمان وجود اپنے لیے نہیں، اپنے غیر مسلم بھائیوں اور اس کی انسانیت بلکہ ساری انسانیت کے لیے ہے۔ اگر وہ نظریاتی طور پر بھی جان جائیں کہ مسلمانوں کا اس زمین میں کوئی کام نہیں انسانیت نوازی اور خلق خدا کی بھلائی ورہنمائی کے علاوہ، تو جس کام کو آپ ان کا کام سمجھ رہے ہیں اس کے لیے تو اللہ تعالیٰ کی عظیم وکثیر مخلوق جس کی تحدید نسل اور کثرت اور فیملی پلاننگ کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی بلاغرض وبے لوث اتنی عبادت وبندگی بجالاتے ہیں کہ انسانوں سے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو
ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرو بیاں

اس لیے!

اولاً - امت کے افراد، اشخاص اور جماعات سب سے پہلے توبہ انابت الی اللہ کریں۔ اللہ تعالیٰ سے ڈریں۔ ''وَتُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' (النور:۳۱) ''اے مسلمانو! تم سب کے سب اللہ کی جناب میں توبہ کرو تا کہ تم نجات پاؤ''، جان ومال کی امان چاہتے ہیں تو اس نسخہ کیمیا کو اپنائیں۔ ''استغفروا ربکم ''پر عمل پیرا ہوجائیں۔ اور قومی، ملی، خانگی اور ذاتی زندگی کی غلطیوں اور کوتاہیوں سے توبہ کریں اور از سرنو ئ

زندگی شروع کریں۔اور پھر رب کی رحمتوں کے آثار دیکھئے کہ کتنے عظیم ہیں۔ ’’فَانظُرْ اِلَى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ ‘‘۔(الروم:۵۰)’’پس آپ رحمت الٰہی کے آثار دیکھیں‘‘۔

ان تمام مشکل حالات سے نمٹنے کے لیے صبر وصلوۃ اور نمازوں کی پابندی اور اس کا اہتمام کیجئے حکم الٰہی ہے۔’’یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ‘‘(البقرہ:۱۵۳)’’اے ایمان والو!صبر اور نماز کے ساتھ مدد چاہو،اللہ تعالیٰ صبر والوں کا ساتھ دیتا ہے‘‘۔

امت اس وقت حالت اضطرار میں ہے۔اس وقت جو بھی دعا کرے گی، اپنی حالت زار کا شکوہ اللہ جل شانہ کے دربار میں رکھے گی اللہ تعالیٰ قبول فرما کر ساری پریشانیوں کو دور فرمادیں گے۔ان کے دکھ دور کریں گے اور ان کی ہوا خیزی اور بے وقعتی اور بے دخلی کو ختم کرکے ان کو زمین میں قوت، وراثت اور خلافت عطا فرمادیں گے۔ارشاد باری تعالیٰ کو حرز جان بنائیے۔’’اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَیَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ‘‘(نمل:۶۲)’’بے کس کی پکار کو جبکہ وہ پکارے کون قبول کرکے سختی کو دور کردیتا ہے اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے؟‘‘۔

ثانیاً-اس وقت مسلمانوں پر جو ظلم وزیادتی کے پہاڑ توڑے جارہے ہیں، ان کے حقوق پامال ہورہے ہیں اور ان کے پیروں تلے سے زمین کھسکتی نظر آرہی ہے۔اس کی وجہ مسلمانوں کی حقوق تلفی بھی ہے۔وہ اپنے اور اپنے غیروں کے حقوق نہ ادا کرنے اور بسا اوقات ان کے حقوق کو سلب کرلینے کے جرائم میں مرتکب ہیں۔حتی کہ قریبی رشتہ داروں اور حقداروں کے حقوق بھی ادا کرنے میں کوتاہی اور خامی کے مرتکب ہیں۔لہٰذا حقوق کی ادائیگی میں سبقت کرنی چاہئے۔والدین کے حقوق، بھائی بہنوں اور دیگر قرابت داروں کے حقوق، رشتہ داروں کے حقوق، پڑوسیوں کے حقوق، بیماروں اور کمزوروں کے حقوق، ’’اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا‘‘ (النساء:۵۸) ’’اللہ تعالیٰ تمہیں تاکیدی حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں انہیں پہنچاؤ‘‘ اور’’ وان اللہ اعطی کل ذی حق حقہ‘‘(ترمذی)’’اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق عطا فرمایا ہے‘‘۔

ثالثاً-مسلمان اس وقت مختلف نفاق وشقاق اور اختلاف وانتشار کے شکار ہیں۔ان کے اندر انتقام، بے صبری اور عجلت پسندی، اور ایذء رسانی کے جذبات اس قدر ابھرے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف بپھرے ہوئے ہیں کہ ان کا شیرازہ منتشر ہے اور ہوا اکھڑی ہوئی ہے۔ایسے میں ان پر فرض ہے کہ آپسی صلح وصفائی، اصلاح ذات البین، صبر وتحمل اور حلم وبردباری سے کام لیں، ایثار وقربانی کو اپنا وطیرہ بنائیں۔سخاوت وفیاضی اور عفوودرگذر سے کام لیں، یہ کام خالص اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کی خاطر انجام دیں۔اور اللہ تعالیٰ کی محبت، خوف، خشیت الی اللہ اور تقویٰ کو لازم پکڑیں۔ارشاد گرامی ہے:’’ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ‘‘ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ‘‘(حجرات:۱۰)’’یاد رکھو!سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔پس اپنے دو بھائیوں میں ملاپ کرادیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحم کیا جائے‘‘۔

رابعاً-مسلمانوں پر تعلیم فرض ہے علم کا حصول ان کے دینی ومنصبی فرائض میں اہم ترین فریضہ ہے۔خود اپنے آپ کو زیور علم سے مزین کرنے کے ساتھ اپنی نئی نسل اور اولاد کی تربیت کو اولیت دیں، ان کو دین کی اساسی اور بنیادی باتوں سے مزین کریں اور آداب، اخلاق اسلامی کا اعلیٰ نمونہ بنائیں، اور شرائع اسلام اور شعائر دین کا خوگر اور اس کا محافظ بنائیں۔موجودہ دور میں شعائر کے ساتھ شریعت اسلامیہ کو ختم کرنے کے ہزار جتن کیے جارہے ہیں۔اور امت کو اس سے دور کرنے، متنفر کرنے اور اس سے لاتعلق قرار دینے کے بے شمار فارمولے اپنائے جارہے ہیں۔اس کی حفاظت ہر آدمی پر فرض ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔’’ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا ‘‘(التحریم:۶)’’اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ‘‘، اور’’ کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ‘‘ (متفق علیہ)’’تم میں کا ہر شخص ذمہ دار ہے اور ہر شخص اپنی ذمہ داری کے تئیں جواب دہ ہے‘‘ کی ذمہ داری اور مسئولیت ہر فرد بشر اور اہل خانہ، اشخاص امت خواہ وہ مرد ہو یا عورت جتلا دیا گیا۔

خامساً-انسانیت کے ایک بڑے طبقہ وحصہ سے ہمارا علاقہ بہت حد تک کٹا ہوا ہے۔وہ ہمارے غیر مسلم بھائی ہیں، جن سے ہمارا نسلی اور خونی قدیم رشتہ ہے۔انسانی بنیادوں پر اور اسلامی بنیادوں پر ان کے بہتر ے حقوق ہیں جن کو ادا کیے بغیر کوئی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔بلکہ تخلیق انسانی کا مقصد ہی فوت ہوتا جا ہے۔ نبوت ورسالت جو سب سے عظیم چیز ہے اور فریضہ ہے وہ سراپا انہی کے لیے ہے۔قرآن کا نزول اور وظیفہ حیات کی اول وآخر منزل وہی ہیں۔’’رُسُلًا مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلَّا یَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ‘‘۔(النساء:۱۶۵)’’ہم نے انہیں رسول بنایا ہے، خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے، تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے

کے بعد اللہ پر رہ نہ جائے‘‘ اور ہدی للناس میں یہی پیغام دیا گیا ہے کہ اس حق کو ادا کیے بغیر کوئی عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔ حتی کہ سید الاولین والآخرین کو بھی یہی کہا جارہا ہے۔’’ وَإِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَابَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ ‘‘ (المائدہ:۶۷)’’اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کی رسالت کا حق ادا نہیں کیا‘‘۔ رہ گئیں اس راہ کی کٹھنائیاں اور رکاوٹیں اور عداوتیں تو ارشاد ہے۔’’ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ‘‘(المائدہ:۶۷)’’اور آپ کو اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا‘‘، کی سیکورٹی اور حفاظتی تدبیریں پہلے سے موجود ہیں۔

اس لیے اپنے غیر مسلم بھائیوں میں اسلام، ایمان، انسانیت اور اس کا مقام متعارف کرانا بھی امت اور فرد کی ذمہ داری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی اور تمام انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کا یہی خاص مشن اور فریضہ تھا جسے انہوں نے سخت سے سخت حالات میں ادا کیا اور اس راہ کی ساری سختیاں برداشت کیں جس کی کوئی نظیر انسانی تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ مگر آپ نے اپنے اخلاق وکردار سے جسمانی دشمنوں کو صدیق حمیم بنالیا۔ اور شدید لڑائی اور دشمنی کے باوجود باہم سیر وشکر کردیا۔ اور’’ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا ‘ (آل عمران:۱۰۳) کا مژدہ جانفزا سنادیا۔ اور’’ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيهِمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ‘‘ (الممتحنہ:۶) کی تاکید فرمادی۔

الغرض’’ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً‘‘ (البقرہ:۲۰۸) کا مصداق ہر مسلمان بنے اور خاص طور پر اپنی ذاتی، خانگی بلکہ ساری زندگی میں دوسروں سے پہلے اپنا محاسبہ کرے۔ اور دوسروں کی اصلاح و تربیت سے پہلے اپنے آپ کو دور اول کے مسلمانوں کا نمونہ بنائے، اخلاق کے ذریعہ فاتح عالم بن جائے۔ اور ہر معاملے میں اپنا حساب ہردم کرے۔ اور اپنے فرائض جو ہم پر واجب ہیں گھر جماعت اور والدین، اقارب، جماعت، جمعیت، ملت اور ملک اور انسانیت کے سلسلہ میں ان کو ہرگز نہ بھولیں۔ خصوصا ایسے دور میں کہ دعوت الی اللہ فرض عین ہوگیا ہے۔ اسے ادا کرنے کے ساتھ اپنا گھڑی گھڑی ہر گھڑی محاسبہ صحابہ کرام کی طرح خود کریں۔ کیوں کہ

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر گھڑی اپنے عمل کا حساب

اللہ تعالیٰ آپ کا حامی وناصر ہو، وھو ولی التوفیق والسداد
وصلی اللہ علی النبی الکریم وسلم تسلیما کثیرا

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات وکاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد ومدارس وجامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کرسکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے اصل درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ واساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبہ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ’ جریدہ ترجمان‘‘ (اُردو)، ماہنامہ ’’اصلاح سماج‘‘ (ہندی)، نیز ماہنامہ’’ دی سمپل ٹروتھ‘‘ (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی وضلعی جمعیات ومعروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف واضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کرلیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج ودی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

ڈاکٹر رفیع اللہ مسعود تیمی

الجماعۃ کیا ہے؟

اسلام ایک مکمل دستور حیات ہے۔اس نے اپنے پیروکاروں کو ایک مکمل قوانین زندگی عطا کی۔ لاء آف اسلام دو چیزوں پر مشتمل ہے: پہلی چیز قرآن مجید اور دوسری احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایک وحی جلی اور دوسرا وحی خفی ہے اور دونوں کی یکساں پیروی کرنا لازم ہے۔سورہ اعراف:۳ میں ہے۔

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ''جو کچھ تمہارے رب کی طرف نازل کیا گیا، اس کی پیروی کرو اور اس کے علاوہ کسی ولی کی پیروی نہ کرو، مگر تم نصیحت کم ہی مانتے ہو۔

کتاب وسنت کی اتباع ہر حال میں لازم ہے۔کتاب وسنت اور اعتصام بحبل اللہ کی راہ پُرامن راہ ہے۔اس پر چلنے میں ایمان وعمل دونوں کی حفاظت کی ضمانت ہے۔اس شاہراہ پر چلنے والا شخص یقیناً آخرت کے خسارے سے محفوظ رہے گا۔کتاب وسنت کی راہ کے علاوہ جتنی بھی راہیں موجود ہیں، وہ سب پرخطر اور حفاظت ایمان وعمل کے لئے غیر ضمانتی ہیں، اور منزل مقصود تک پہنچانے میں ناکام ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام:۱۵۳ میں بیان فرمایا: وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ اور یقیناً یہی میری سیدھی راہ ہے، تم اسی کی پیروی کرو (یعنی اسی پر چلو) اور دوسرے راستوں کی پیروی نہ کرو کہ وہ اس راستہ سے بھٹکا کر تمہیں جدا جدا کر دیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ اتباع کتاب وسنت ہی راہ نجات ہے اور فرقہ بندی سے بچاؤ کی ضمانت اسی میں ہے۔رب کریم نے دین حنیف پر جمے رہنے، اتحاد باہم قائم رکھنے اور آپس میں تفرقہ بازی نہ کرنے کی تاکید کی ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا (الشوریٰ:۱۳) اس نے تمہارے لیے دین کا وہی راستہ مقرر کیا جس کا نوح کو حکم دیا تھا (کہ وہ اختیار کریں)، اور جس کی ہم نے تمہاری طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا گیا تھا کہ دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا۔

اللہ تعالیٰ اتباع کتاب وسنت اور اجتناب تفریق وتشتت کی تاکید فرمائی اور اس جماعت سے التزام وانسلاک کو علامت فوز وفلاح قرار دیا جس کا وصف اتباع قرآن وحدیث ہے۔اللہ تعالیٰ نے سورہ الانعام ۱۵۳ میں فرمایا:

ان لوگوں کی طرح نہ ہونا جو متفرق ہو گئے اور احکام دین آنے کے بعد ایک دوسرے سے اختلاف کر بیٹھے۔

دوسری جگہ فرمایا: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (آل عمران:۱۰۳)

اور سب مل کر اللہ (ہدایت کی) رسی کو مضبوط پکڑے رہنا اور متفرق نہ ہونا، اور اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی نعمت کی وجہ سے بھائی بھائی ہو گئے۔اور تم آگ کے اس گڑھے کے کنارے تک پہنچ چکے تھے تو اللہ نے تم کو اس سے بچا لیا، اس طرح اللہ تم کو اپنی آیتیں کھول کھول کر واضح کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاجاؤ۔

اس آیت کریمہ میں ''حبل'' کا کئی معنی بیان کیا گیا ہے۔لغت میں اس کا اصلی معنی تو یہی ہے:''السبب الذی یوصل بہ الی البغیۃ والحاجۃ'' وہ سبب جس کے ذریعہ مقصد وحاجت تک پہنچا جاسکے۔تفسیر قرطبی میں ہے: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ یہ قرآن ہی حبل اللہ (اللہ کی رسی) ہے۔(دیکھئے: سنن ترمذی ۲۸۳۱، کتاب فضل القرآن) تقی بن مخلد نے اسی سند سے عبداللہ بن مسعودؓ یہ قول نقل کیا ہے۔انہوں نے فرمایا: حبل اللہ سے مراد الجماعۃ ہے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: آپ سے اور کوئی دوسروں سے یہ کئی وجوہ سے مروی ہے اور تمام کا معنی باہم تقارب اور ایک دوسرے میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ الفت ومحبت کا حکم فرما رہا ہے اور فرقت وجدائی سے منع فرما رہا ہے کیونکہ فرقت ہلاکت ہے اور جماعت واتفاق (باعث) نجات ہے۔اور اللہ تعالیٰ عبداللہ بن مبارکؒ پر رحم فرمائے، انہوں نے کہا: اس آیت میں حبل اللہ سے مراد جماعت ہے۔

عقیدہ کے باب میں الجماعۃ کو بڑا اعلیٰ مقام حاصل ہے، اس لیے اس کے معنی ومفہوم اور اس ضمن میں وارد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات واضحہ کو اچھی طرح جاننے کی ضرورت ہے تاکہ اس کے ساتھ وابستہ رہا جائے اور اس کے ساتھ جڑے رہنے کے تقاضوں کو کما حقہ پورا کیا جاسکے۔

الجماعۃ کا معنی ومفہوم بھی فرقہ، گروہ اور پارٹی کے ہے۔لفظ الجماعۃ میں کوئی اچھائی یا برائی نہیں ہے۔دراصل خوبی اور خرابی منہج کے لحاظ سے پیدا ہوتی ہے۔اگر

مختلف خطوں اور علاقوں میں رہنے والے افراد کتاب وسنت کے پیروکار ہوں خواہ وہ کسی تنظیم یا جماعت سے وابستہ کیوں نہ ہوں، وہ سیدھے راستہ پر ہیں اور وہی الجماعۃ ہیں وہی فرقہ ناجیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگر وہ کتاب وسنت کے پیروکار نہیں ہیں تو اپنے آپ کو اہل الجماعۃ ہی ٹائٹل کیوں نہ رکھ لیں وہ فرقہ ضالہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ الجماعۃ کا نام کہیں ''طائفہ'' کہیں ''فئۃ'' اور کہیں ''حق'' دیا گیا ہے۔ بہرحال جو بھی جماعت حق پر ہے اور قرآن وحدیث کا عامل ہے۔ تو وہ حقیقتاً جماعت ہے۔ اہل حق اور اہل جماعت کو فرقہ بھی کہا گیا ہے۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

یکون فی امتی فرقتان فتخرج من بینھما مارقۃ یلی قتلھم اولاھم بالحق (صحیح مسلم: ۳۴۶/۱، کتاب الزکوۃ) میری امت میں دوفرقے ہوجائیں گے اور ان میں ایک (تیسرا) فرقہ پیدا ہوگا۔ اس فرقہ کو وہ جماعت قتل کرے گی جو ان میں حق سے زیادہ قریب ہوگی۔

مسند احمد (۴۵/۳) کی روایت میں ''فرقتان'' کے بجائے ''فرقتین'' کا لفظ وارد ہے۔ صحیح مسلم ہی کے اندر یہ روایت ہے: **تمرق مارقۃ عند فرقۃ من المسلمین تقتلھا أولی الطائفتین بالحق** مسلمانوں میں تفریق کے وقت ایک فرقہ (جماعت) ان سے جدا ہوجائے گا اور ان جماعتوں میں جو حق سے زیادہ قریب ہوگی وہ اسے قتل کردے گی۔

مسند احمد ابویعلی الموصلی: ۴۹۹/۲ میں صحیح سند کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت ہے جس میں ''فرقتین'' کا لفظ ہے۔

ان تمام روایتوں میں ''مارقۃ'' سے وہ جماعت مراد ہے جو دین سے نکل چکی ہو اور جس کا منہج، کتاب وسنت سے قریب نہ رہ گیا ہو۔

کئی حدیثوں میں اہل حق کو ''فرقہ'' کہا گیا ہے اور ایک فرقہ حقہ وناجیہ کو جماعت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''**ان بنی اسرائیل افترقت علی احدی وسبعین فرقۃ وان امتی ستفترق علی اثنین وسبعین فرقۃ، کلھا فی النار الا واحدۃ وھی الجماعۃ.**

بلاشبہ بنی اسرائیل اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے اور یقیناً میری امت بھی عنقریب بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ جائے گی اور یہ سب فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک (فرقہ کے) اور یہی (فرقہ) جماعت ہے۔

(سنن ابن ماجہ: ۲۹۶، کتاب الفتن، علامہ البانیؒ نے سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ: ۳۵۹/۱ میں اسے جید قرار دیا ہے۔

معاویہ بن ابی سفیان کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

خبردار! سنو تم سے پہلے اہل کتاب بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے اور یہ ملت عنقریب تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی۔ بہتر (۷۲) جہنم میں ہوں گے اور ایک فرقہ جنت میں ہوگا اور وہ الجماعۃ ہے۔ یقیناً میری امت سے عنقریب کچھ تجارتی گروہ نکلیں گے، ان کے ساتھ خواہشات اس طرح ہوں گی جس طرح الکلب (کتا کاٹے کی بیماری) اپنے مریض کے ساتھ ساتھ اور اس کے بدن کی کوئی رگ اور کوئی جوڑ باقی نہیں رہتا، مگر وہ اس میں داخل ہوجاتی ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۳۹۸۱، کتاب السنۃ)

ایک اور روایت میں الجماعۃ کی یہ صراحت موجود ہے۔ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یہود اکہتر (۷۱) فرقوں میں منقسم ہوگئے۔ چنانچہ ایک فرقہ جنتی ہوگا۔ اور ستر (۷۰) فرقے جہنم میں جائیں گے۔ اور نصاری (عیسائی) بہتر (۷۲) فرقوں میں منقسم ہوگئے، پس اکہتر (۷۱) فرقے جہنمی ہوں گے اور ایک فرقہ جنت میں جائے گا۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے۔ البتہ میری امت بھی ضرور بالضرور تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہوجائے گی۔ چنانچہ ایک فرقہ جنت میں جائے گا اور بہتر (۷۲) فرقے جہنم میں جائیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت ہوگی۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۹۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اسے الصحیحۃ ۴۸۰/۳ میں جید قرار دیا ہے)

اسی طرح کی ایک اور روایت سنن ترمذی: ۹۲/۲ اور مسند احمد وہ ۳۳۲/۲ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہود اکہتر (۷۱) یا بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے اور نصاری بھی یہود کی طرح (اکہتر) ۷۱) یا بہتر (۷۲) فرقوں میں منقسم ہوگئے) اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں منقسم ہوجائے گی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک بنی اسرائیل اکہتر (۷۱) فرقوں میں بٹ گئے، پس ستر (۷۰) فرقے ہلاک ہوگئے اور ایک فرقہ نے نجات پالی۔ اور بلاشبہ میری امت بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوگی۔ پس اکہتر (۷۱) فرقے ہلاک ہوجائیں گے اور ایک فرقہ نجات پالے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! یہ فرقہ کونسا ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جماعت، جماعت۔ (مسند احمد: ۱۴۵/۳، علامہ البانیؒ نے الصحیحۃ: ۲۶۰/۱ میں اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے)

☆☆☆

مولانا محمد محب اللہ المحمدی

عقیدہ توحید کی اہمیت

توحید کا لغوی معنی۔ کسی شئی کو ایک کرنا یا ایک جاننا ، یا اکیلا اور بے مثال ہونا ہے۔ اس معنی کی رو سے اللہ تعالیٰ کی توحید کا معنی ہوگا: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا یعنی اسکے ایک ہونے کا عقیدہ رکھنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں اکیلا اور بے مثال ہے کوئی دوسرا اس جیسا نہیں جو اس کی ذات اور صفات میں شریک ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ایک ہونے کے عقیدے سے مراد یہ ہے کہ دل میں اس کی وحدانیت کے تعلق سے ایک مضبوط گرہ لگادی جائے ، ایسی گرہ کہ جسے دنیا کی کوئی بھی سپر پاور طاقت کھول نہ سکے اور ایسی گرہ کہ زبان بھی اس کے ایک ہونے کا اقرار کرے، دل بھی اس کے ایک ہونے کا اعتراف کرے اور ہر ہر عمل اس کے ایک ہونے کی گواہی دے۔

توحید کا شرعی معنی شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے فرمایا: ربوبیت الوہیت اور اسماء وصفات جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں، میں اللہ تعالیٰ کو ایک جاننا اور ماننا۔ (القول المفید لابن عثیمین صفحہ نمبر 11)

عقیدہ توحید اس کائنات کی سب سے بڑی عالمگیر سچائی ہے، جبکہ شرک کائنات کا سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ عقیدہ توحید ہی اصل اور فطرت کی آواز ہے جبکہ شرک فطرت سے بغاوت ہے، دخیل اور باہری گندگی ہے۔ عقیدہ توحید کے منکر زندگی کے ہر محاذ پر ہمیشہ مضطرب ومتذبذب و پریشان خاطر رہتا ہے جبکہ موحد وعقیدہ توحید پر ایمان رکھنے والا شخص اپنی نظریاتی و عملی زندگی میں کبھی اضطراب، تضاد شکوک وشبہات کا شکار نہیں ہوتا ہے۔

انسان صرف اپنی ذات پر اگر غور کرے تو توحید باری تعالیٰ کے بہت سارے دلائل ونشانیاں انھیں مل جائیں گی۔ اور اگر کائنات میں نظر دوڑائیں تو کائنات کا ذرہ ذرہ عقیدہ توحید کی تصدیق اور تائید کرتا ہوا ملے گا۔

عقیدہ توحید سب سے افضل وعظیم اطاعت ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عبادت میں اللہ تعالیٰ کو ایک تسلیم کرنا اور اللہ کے علاوہ تمام معبودان باطلہ کا انکار کرنا ہے۔ اس توحید کے لئے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق فرمائی، انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور کتابیں نازل کیں، کیونکہ اگر انسان کا عقیدہ توحید سلامت رہا تو دیگر امور بھی اس کے تابع ہوں گے اور اگر توحید میں خلل آ گیا تو دیگر اعمال واقوال کچھ نفع نہ پہنچا سکیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حقیقی موحد سے چاہے اس کا گناہ کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔

مسئلہ توحید وشرک انتہائی اہم، دقیق اور نہایت ہی نازک مسئلہ ہے۔ اہم اسطرح کہ کمالِ توحید دخول جنت کی اساس ہے، جبکہ شرک کا ذرہ بھی دائمی جہنم کا باعث ہے۔

عقیدہ توحید کے فائدے:

1۔ عقیدہ توحید کو متحقق کرنے کے لئے جن وانس کی تخلیق کی گئی یعنی توحید باری تعالیٰ ہی مقصد تخلیق جن وانس ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ مَا أُرِيدُ مِنْهُم مِّن رِّزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَن يُطْعِمُونِ (الذاریات:۵۶-۵۷)

2۔ توحید باری تعالیٰ ہی ایسا اہم ترین مسئلہ ہے جسے سمجھانے کے لئے تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی بعثت ہوئی،

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولاً أَنِ اعْبُدُواْ اللّهَ وَاجْتَنِبُواْ الطَّاغُوتَ [النحل 36] ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سے سب کو خبر دار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو۔

علامہ عبدالرحمٰن السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اس کی حجت تمام قوموں پر قائم ہے، اور کوئی بھی قوم خواہ پہلے کی ہو یا بعد کی، ایسی نہیں ہے جس میں اللہ نے رسول نہ بھیجا ہو۔ اور سارے رسول کی دعوت ایک ہی دعوت ہے کہ دین حق ایک ہی ہے اور سارے انبیاء ورسل متفق ہیں اور ان کی دعوت ایک دین کی طرف ہے اور وہ ہے صرف ایک ہی اللہ کی عبادت کرنا جو کہ معبود برحق ہے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا۔ (دیکھئے تفسیر السعدی سورہ نحل)

ڈاکٹر لقمان سلفی رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے تیسیر الرحمٰن میں لکھتے ہیں کہ: جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں آیت (36) میں بیان فرمایا ہے کہ ہم نے ہر قوم کے لیے ایک رسول بھیجا جس نے انہیں اس بات کی تعلیم دی کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان اور بتوں کی عبادت سے دور رہو، اس لیے کسی مشرک کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم غیروں کی عبادت نہ کرتے، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو خیر وشر اور جنت وجہنم کے دونوں راستے بتا دیئے، خیر کی راہ پر چلنے کا حکم دیا اور شر کی راہ سے منع فرمایا، بلکہ اس سے زیادہ یہ کیا کہ مشرکوں کو دنیا میں ان کے شرک کی سزادی، تاکہ انہیں معلوم ہو کہ اللہ ان کے شرکیہ اعمال سے راضی نہیں ہے، آیت (36) کے آخر میں یہی بات کہی گئی ہے، خیر وشر کی اس وضاحت وصراحت کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے علم غیب اور مشیت کونی کے مطابق جسے چاہا خیر کی توفیق دی اور جسے چاہا بھٹکتا چھوڑ دیا۔

3۔ اسی دعوت کو عام کرنے کے لئے کتب اور صحیفے نازل ہوئے اور سب سے آخری رسول سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آخری کتاب قرآن کریم نازل ہوا۔ جس کا مقصد وحید بھی یہی ہے کہ دعوت توحید کو عام کیا جائے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

هَـذَا بَلاَغٌ لِّلنَّـاسِ وَلِيُنـذَرُواْ بِـهِ وَلِيَعْلَمُواْ أَنَّمَا هُوَ إِلَـهٌ وَاحِدٌ وَلِيَذَّكَّرَ أُوْلُواْ الأَلْبَابِ[ابراہیم:۵۲]

یہ ایک پیغام ہے سب انسانوں کے لئے اور بھیجا گیا ہے اس لئے کہ انسانوں کو اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ حقیقت میں معبود برحق ایک ہی ہے اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آ جائیں۔

4۔انبیائے کرام علیہم السلام کو بھی جو بڑی بڑی تکلیفوں اور مصیبتوں سے دوچار ہونا پڑا اس کا سبب بھی یہی دعوت توحید تھی۔فرمانِ الٰہی ہے:

كَـذَلِكَ مَـا أَتَـى الَّـذِيـنَ مِـن قَبْـلِهِـم مِّـن رَّسُولٍ إِلَّا قَالُوا سَاحِرٌ أَوْ مَـجْـنُـونٌ أَتَوَاصَوْا بِهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ طَاغُونَ[الذاریات۵۲-۵۳]اسی طرح ہی ہوتا رہا ہے۔جب بھی ان سے پہلے لوگوں کے ہاں کوئی رسول آیا انہوں نے کہا کہ یہ تو جادوگر ہے یا پاگل ہے۔کیا یہ ایک دوسرے کو نصیحت کرتے آ رہے ہیں۔بلکہ یہ سب باغی ہیں۔

5۔توحید ہی دین قیم ہے یعنی ایسا دین جو انسانوں کے سارے امور کو سنبھالنے والا ہے۔

أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُواْ إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَـكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لاَ يَعْلَمُونَ [یوسف۴۰]اس نے یہی حکم دیا ہے کہ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو۔یہی دین (قیم) برحق ہے۔لیکن اکثر لوگ یہ باتیں جانتے نہیں۔

6۔توحید اور صحیح ایمان ہی استحکام معیشت اور امن وسلامتی کی بنیاد ہے۔

فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَـذَا الْبَيْـتِ الَّـذِي أَطْـعَـمَـهُـم مِّـن جُـوعٍ وَآمَـنَهُم مِّنْ خَوْفٍ[قریش]پس انھیں چاہئے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے انھیں بھوک میں کھانا دیا اور ڈر وخوف میں امن وامان دیا۔

7۔توحید ہی محور نجات ومدار فلاح ہے۔فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔من قبل منی الكلمة التي عرضتها على عمي فردها فهي له نجاة۔(مسند احمد 27647)جو شخص میری طرف سے وہ کلمہ توحید قبول کرلے جو میں نے اپنے چچا خواجہ ابوطالب پر پیش کیا تھا اور انہوں نے وہ کلمہ کہنے سے انکار کر دیا تھا، وہ کلمہ ہی ہر شخص کے لئے نجات کا راستہ اور سبب ہے۔“

توحید ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اول وآخر دعوت تھی۔

يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ اے کپڑا اوڑھنے والے کھڑا ہو جا اور آگاہ کر دے اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں (توحید) بیان کر۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری لحظہ تک توحید کی دعوت وتبلیغ اور شرک کی تردید فرمائی چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے چند لمحات قبل فرمایا تھا لعن الله اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبياء هم مساجد۔

نیز فرمایا اللهم لا تجعل قبري وثنا يعبد اللہ! میری قبر کو وثن یعنی پوجا گاہ نہ بنا دینا کہ جسے لوگ پوجنے لگیں۔(صحیح بخاری 436)

8۔توحید کی طرف دعوت دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کا شیوہ ہے جو کہ دعوت وتبلیغ وعظ ونصیحت میں ان کے سچے جانشین ہیں جیسا کہ ارشاد ہے۔

قُلْ هَـذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللّـهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَاْ وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَانَ اللّهِ وَمَا أَنَاْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (یوسف:۱۰۸)

آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے، میں اور میرے پیروکار اللہ کی طرف بلا رہے ہیں، پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکوں میں نہیں۔

صاحب تفسیر احسن البیان لکھتے ہیں

یعنی توحید کی راہ ہی میری راہ ہے بلکہ ہر پیغمبر کی راہ رہی ہے اسی کی طرف میں اور میرے پیروکار پورے یقین اور دلائل شرعی کے ساتھ لوگوں کو بلاتے ہیں۔

9۔توحید پر ہی دنیا کی بقاء ہے، جب دنیا سے توحید ختم ہوگی فورا قیامت آجائے گی۔

لا تقوم الساعة حتى لا يقال في الأرض الله الله(رواہ مسلم)اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک اس زمین میں اہل توحید موجود ہیں۔

10۔توحید ہی کی بدولت آپس میں بگڑے ہوئے دل ملیں گے، بغض حسد اور کینہ سے صاف ہوں گے جیسا کہ فرمایا۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءاؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاء أَبَداً حَتَّى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُ إِلَّا قَوْلَ إِبْرَاهِيمَ لِأَبِيهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَا أَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ رَّبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَإِلَيْكَ أَنَبْنَا وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ[الممتحنۃ ۴]

مسلمانو! تمہارے لئے حضرت ابراہیم میں اور ان کے ساتھیوں میں بہترین نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے برملا کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو ان سب سے بالکل بیزار ہیں ہم تمہارے (عقائد کے) منکر ہیں جب تک تم اللہ کی وحدانیت پر ایمان نہ لاؤ ہم میں تم میں ہمیشہ کے لئے بغض وعداوت ظاہر ہو گئی۔لیکن ابراہیم کی اتنی بات تو اپنے باپ سے ہوئی تھی۔کہ میں تمہارے لئے استغفار ضرور کروں گا اور تمہارے لئے مجھے اللہ کے سامنے کسی چیز کا اختیار کچھ بھی نہیں۔اے ہمارے پروردگار تجھ ہی پر ہم نے بھروسہ کیا ہے۔ اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں اور تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

11۔توحید ہی سے امت کے درمیان اتحاد واتفاق قائم رہتا ہے اور لوگ شیر وشکر ہو کر مل جل کر اکٹھے رہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّى بِهِ نُوحاً وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَى وَعِيسَى أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَن يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ

مَن یُنِیبُ[الشوری:۱۳]''اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے وہی دین مقرر کر دیا ہے جس کے قائم کرنے کا اس نے نوح (علیہ السلام) کو حکم دیا تھا اور جو (بذریعہ وحی) ہم نے تیری طرف بھیج دی ہے، اور جس کا تاکیدی حکم ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا جس چیز کی طرف آپ انہیں بلا رہے ہیں وہ تو (ان) مشرکین پر گراں گزرتی ہے اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنا برگزیدہ بناتا ہے اور جو بھی اس کی طرف رجوع کرے وہ اس کی صحیح راہنمائی کرتا ہے'' یعنی صرف ایک اللہ کی عبادت اور اس کی اطاعت (یا اس کے رسول کی اطاعت جو دراصل اللہ ہی کی اطاعت ہے) وحدت وائتلاف کی بنیاد ہے اور اس کی عبادت واطاعت سے گریز یا ان میں دوسروں کو شریک کرنا، افتراق وانتشار انگیزی ہے، جس سے (پھوٹ نہ ڈالنا) کہہ کر منع کیا گیا ہے۔

12۔توحید ہی سے عمل صالح کی طرف رغبت ہوتی ہے کیونکہ ایک اللہ پر ایمان رکھنے سے دوسروں کا خوف دل سے نکل جاتا ہے اور جن سے اُمیدیں وابستہ تھیں وہ ختم ہو جاتی ہیں پھر یہ دو وجہیں خوف اور اُمید عمل صالح کے لئے دل میں رغبت اور میلان پیدا کرتی ہیں اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کو صحیح طور پر نہیں جانتے جس طرح کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی اپنی شان بیان فرمائی ہے، وہ دراصل اللہ تعالی اور اس کے غیر میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں کر سکتے ہیں۔اسی طرح غیر اللہ کو مددگار یا مشکل کشا جاننے والے، یا ان کے توسل سے نجات یا حاجت روائی یا ان امراض سے شفاء حاصل کرنے کا عقیدہ رکھنے والے اللہ تعالیٰ سے بالکل بے خوف ہوتے ہیں۔ان کو اپنے بناوٹی معبودوں یا وسیلوں کا خیال رہتا ہے، وہ اُن ہی کی بددعا سے ڈرتے اور ان کی سفارش کے اُمیدوار رہتے ہیں۔اسی طرح ان کے لئے گناہوں اور برائیوں کا دروازہ کھلا رہتا ہے اور ان کے پاؤں راہ حق سے پھسلتے رہتے ہیں۔توحید ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی بدولت ایک مومن نیکی عمل صالح، اخلاق حسنہ ایمانداری اور راست بازی پر قائم رہ سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَمَنْ یَکْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَیُؤْمِن بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَیَ لاَ انفِصَامَ لَهَا اور جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں۔(البقرہ:۲۵۶)۔

13۔عزت نفس اور خودی کا تحفظ۔

شرک انسانوں کو بے شمار خیالی اور وہمی قوتوں کے خوف میں مبتلا کر دیتا ہے، غیر اللہ کا خوف، مظاہر قدرت کا خوف، بھوت پریت اور جنات کا خوف، زندہ اور مردہ انسانوں کے آستانوں کا خوف، جابر اور قاہر حکمرانوں کا خوف، اسی خوف کے نتیجے میں انسان ایسی اخلاقی اور مذہبی پستیوں میں گرتا چلا جاتا ہے کہ آدمیت اور انسانیت منہ چھپانے لگتی ہے جبکہ عقیدہ توحید انسان کو ایسی تمام وہمی اور خیالی قوتوں کے خوف سے بے نیاز کر کے روح اور جسم کو آزادی عطا کرتا ہے انسان کو عزت نفس اور احترام آدمیت کا احساس دلاتا ہے۔ہر آن اسے **ولقد کرمنا بنی آدم** (یعنی ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا فرمائی ہے) اور۔**لقد خلقلنا الانسان فی احسن تقویم** (یعنی ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر پیدا کیا ہے) کا فرمان الٰہی یاد دلاتا رہتا ہے۔یہی عقیدہ توحید انسان کو خودی کے مقام بلند پر لا کھڑا کرتا ہے۔(دیکھئے۔توحید کی حقیقت :ضرورت، اہمیت وفضیلت صفحہ 30۔و۔توحید کے مسائل، کیلانی، صفحہ، 24)

☆☆☆

استدراک بابت مضمون شائع شمارہ ۱۶-۳۰/ستمبر ۲۰۲۵ء بعنوان ''تقویۃ الایمان کی تارید وتسہیل''

''تقویۃ الایمان'' کے محولہ جدید پاکستان ایڈیشن میں اس کے محولہ بالا مضمون میں مذکورہ نقائص کے علاوہ ایک نقص اور بھی ہے، اور وہ یہ کہ شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں تمام حدیثیں حوالہ کے ساتھ نقل فرمائی ہیں، اولاً حدیث کی اصل کتاب کا حوالہ دیا ہے، پھر مشکوۃ اور اس کے باب کا حوالہ دیا ہے، مثلاً پہلی حدیث یوں نقل فرمائی ہے۔

''اخرج مسلم عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال:.....مشکوۃ کے باب الریاء میں لکھا ہے کہ مسلم نے ذکر کیا کہ نقل کیا ابو ہریرہ نے''

یعنی اولا مسلم، پھر مشکوۃ اور اس کے باب کا حوالہ دیا ہے، اسی طرح ہر حدیث متن کتاب میں حوالوں کے ساتھ منقول ہے، لیکن مذکورہ جدید ایڈیشن میں یہ حوالے ''تقویۃ الایمان'' کے متن سے بالکل حذف کر دیئے گئے ہیں، اصل کتاب میں کوئی حوالہ مذکور نہیں ہے، اس کے بجائے حاشیہ میں ہر حدیث کی مختصر تخریج کی گئی ہے۔حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ مؤلف کی اصل تخریج کو متن کتاب میں برقرار رکھتے ہوئے حاشیہ میں ذرا مفصل تخریج کر دی جاتی۔بہر حال مذکورہ نامناسب طرز عمل سے عام قارئین کو یہ غلط فہمی ہو سکتی ہے کہ مؤلف کتاب شاہ شہید رحمہ اللہ نے ''تقویۃ الایمان'' میں حدیثیں بلا حوالہ نقل فرمائی تھیں، محشی موصوف نے اس خلا کو پُر کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اصل کتاب میں فی الجملہ اس عہد کے مطابق سب حوالے موجود ہیں۔

نیز محشی حفظہ اللہ نے حاشیہ میں بھی مشکوۃ کے باب کا حوالہ نہیں دیا ہے جبکہ وہ اصل کتاب میں موجود ہے، بلکہ اس کے بجائے مشکوۃ سے حدیث نمبر دینے پر اکتفا کیا ہے۔

(مولانا محفوظ الرحمٰن فیضی، مئو)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

رب کی پسند وناپسند

مولانا ابومعاویہ شارب السّلفی، بہار

رب کو اچھے اخلاق پسند اور برے اخلاق ناپسند ہیں:

اسلام کی تمام خوبیوں میں سے ایک عظیم خوبی یہ ہے کہ مذہب اسلام لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتا ہے اور آپ ﷺ کی بعثت بھی اخلاق حسنہ کی تکمیل کے لئے ہوئی تھی جیسا کہ خود آپ ﷺ نے یہ کہا کہ ”إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ صَالِحَ الْأَخْلَاقِ“ بے شک کہ مجھے اچھے اخلاق کی تکمیل لے لئے بھیجا گیا ہے۔(الادب المفرد:273،الصحیحۃ:45،صحیح الجامع للألبانیؒ:2349) مگر مجھے افسوس ہے کہ جس مذہب کی تعلیم ہی اخلاق حسنہ ہے آج اسی مذہب کے ماننے والے افراد ہی سب سے زیادہ برے اخلاق وکردار کے حامل ہیں،عیاری ومکاری،جھوٹ ودغابازی،مکروفریب، بغض وعداوت،کبروغرور، حسدوجلن،ظلم وزیادتی،لڑائی وجھگڑے، فتنے وفساد،قتل وغارت گری غرض کہ کون سی ایسی خرابی وبداخلاقی ہے جو آج مسلمانوں کے اندر نہیں ہے اور جس کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ اسلام کو بدنام کیا جارہا ہے،ایک دور ایسا تھا کہ لوگ مسلمانوں کے اخلاق وکردار کو دیکھ کر مسلمان بن جایا کرتے تھے اور آج ایک ایسا دور ہے کہ ہم مسلمانوں کے اخلاق وکردار کی وجہ سے اسلام کو مشق ستم بنایا جارہا ہے اور لوگ علی الاعلان یہ کہہ رہے ہیں جب مسلمان ایسے ہیں تو اسلام مذہب بھی ایسا ہی ہوگا۔نعوذ باللہ۔اس بارے میں کوئی شک وشبہ ہی نہیں ہے کہ آج ہمارے اخلاق وکردار نے بھی ہمارے برادران وطن کے دلوں میں ہمارے خلاف بغض وعداوت کو ہوادی ہے،آج یہ پیغام ونصیحت لے کر جائیں کہ اگر ہم اپنے برادران وطن کے دلوں سے اپنے خلاف بغض وعداوت کو ختم کر کے اپنے لئے ان کے دلوں میں محبت کی جوت جگانا چاہتے ہیں اور انہیں رام کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم سب اپنے آپ کو بدلیں اور اپنے اپنے اخلاق وکردار کو اچھا بنائیں،قرآن ہمیں یہ تسلی دے رہا ہے کہ اگر تم اچھے اخلاق وکردار کے حامل بنوگے تو تمہارے جانی دشمن بھی تمہارے دلی دوست بن جائیں گے،فرمان باری تعالی ہے” وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ “نیکی اور بدی برابر نہیں ہوتی،برائی کو بھلائی سے دفع کرو،پھر وہی جس کے اور تمہارے درمیان دشمنی ہے ایسا ہوجائے گا جیسے دلی دوست۔(حم السجدہ:34) ذرا غور کیجئے کہ اللہ کا پیغام کیا ہے اور ہم کیا کرتے ہیں!اللہ نے یہ کہا کہ تم برائی کا بدلہ احسان ونیکی سے دو مگر ہم یہ کہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ جیسے کو تیسا،جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہمارے دوست بھی دشمن بن جاتے ہیں،اس لئے میرے بھائیو اور بہنو!اچھے اخلاق وکردار کو اپناؤ اور برے اخلاق وکردار سے دور رہو کیونکہ اچھا اخلاق تو رب کو پسند ہے مگر بداخلاقی وبدکرداری رب کو بالکل بھی پسند نہیں ہے بلکہ رب العزت کو تو بدکردار وبداخلاق لوگوں سے سخت نفرت ہے جیسا کہ حبیب کائنات ومحبوب خدا ﷺ نے فرمایا کہ ” إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ وَيُحِبُّ مَعَالِيَ الْأَخْلَاقِ وَ يُبْغِضُ سَفْسَافَهَا “ بے شک اللہ تعالی رحیم وکریم ہے،مہربانی اور بلند اخلاق کو پسند کرتا ہے اور برے اخلاق وکردار سے نفرت کرتا ہے۔(الصحیحۃ:1378،صحیح الجامع للألبانیؒ:1801) اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ مَعَالِيَ الْأُمُورِ وَأَشْرَافَهَا وَيَكْرَهُ سَفْسَافَهَا “ بے شک اللہ تعالی ہر اچھے اچھے کاموں کو پسند کرتا ہے اور رذیل وگھٹیا کاموں کو ناپسند کرتا ہے۔(الصحیحۃ:1627) اس لئے میرے دوستو!ہر اچھے اخلاق وکردار کو اپناؤ اور ہر برے اخلاق وکردار سے اپنے آپ کو دور رکھو،اگر اچھے اخلاق وکردار کو اپناؤگے تو جہاں ایک طرف تم محبوب خدا بن جاؤگے،وہیں دوسری طرف تمہیں بروز قیامت اپنے نبی ﷺ کی محبت وصحبت بھی ملے گی جیسا کہ سیدنا جابرؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”إِنَّ مِنْ أَحَبِّكُمْ إِلَيَّ وَأَقْرَبِكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَحَاسِنَكُمْ أَخْلَاقًا “ بے شک تم میں سے مجھے سب زیادہ پیارے اور قیامت کے دن میرے قریب بیٹھنے والے وہ ہیں جو تم میں سے اچھے اخلاق والے ہیں ”وَإِنَّ أَبْغَضَكُمْ إِلَيَّ وَأَبْعَدَكُمْ مِنِّي مَجْلِسًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ الثَّرْثَارُونَ وَالْمُتَشَدِّقُونَ وَالْمُتَفَيْهِقُونَ “اور تم میں سے مجھے سب سے زیادہ نفرت والے اور قیامت کے دن مجھ سے دور بیٹھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو ہر وقت بک بک کرتے رہتے ہیں اور بدزبانی کرتے ہیں اور تکبر کرتے ہیں۔(الصحیحۃ:791،ترمذی:2018) اس لئے اس بداخلاقی وبدکرداری سے ہمیشہ دور رہو ورنہ تمہارے سارے اعمال حسنہ بھی ضائع وبرباد ہوجائیں گے جیسا کہ فرمان نبوی ﷺ ہے کہ ” إِنَّ سُوءَ الْخُلُقِ يُفْسِدُ الْعَمَلَ كَمَا يُفْسِدُ الْخَلُّ الْعَسَلَ “ بے شک بداخلاقی وبدکرداری نیک اعمال کو ایسے ہی ضائع وبرباد کردیتی ہے جس طرح سرکہ شہد میں بگاڑ پیدا کردیتا ہے۔(الصحیحۃ:906) بداخلاقی وبدکرداری کی انہیں خرابیوں کی وجہ سے ہی آپ ﷺ ہمیشہ برے اخلاق سے اللہ کی پناہ پکڑا کرتے

تھے جیسا کہ سیدنا قُطبہ بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ ”اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِکَ مِنْ مُنْکَرَاتِ الْأَخْلَاقِ وَالْأَعْمَالِ وَالْأَھْوَاءِ وَالْأَدْوَاءِ “اے اللہ! میں برے اخلاق، برے اعمال اور بری خواہشات اور ہر چھوٹی بڑی بیماریوں سے تیری پناہ پکڑتا ہوں۔(ترمذی: 3591، صحیح الجامع للألبانیؒ: 1298) یہ تو برے اخلاق وکردار سے اللہ کی پناہ پکڑنے کی دعا ہے، اب ذرا اچھے اخلاق کی وہ دعا بھی سن لیں جو آپ ﷺ مانگا کرتے تھے، جیسا کہ سیدنا ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ اخلاق حسنہ کے لئے اپنے رب سے یہ دعا مانگا کرتے تھے ”اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِي فَحَسِّنْ خُلُقِي “اے اللہ تو نے میری شکل وصورت بہت اچھی بنائی ہے پس اب تو میرے اخلاق وکردار کو بھی بہت اچھا کردے۔(صحیح الجامع للألبانیؒ: 1307، طبرانی: 404) یہ دعا تو اللہ رب العزت سے اچھے اخلاق وکردار مانگنے کی ہے مگر لوگ یہ سمجھتے ہیں یہ آئینہ دیکھنے کی دعا ہے مگر یہ دعا آئینہ دیکھنے کی نہیں ہے، اس بارے میں جو روایت آئی ہے وہ سخت ضعیف ہے، علامہ البانیؒ نے کہا کہ ”ھذا إسناد ضعیف جدا “اس کی سند بہت سخت ضعیف ہے۔(ارواء الغلیل: 74)

رب کو ایک جگہ پسند اور ایک جگہ ناپسند ہے:

زیادہ تر لوگ اسی جگہ کو پسند کرتے ہیں جو رب کو ناپسند ہے اور جو رب کو پسند ہے اس جگہ آنے سے جی چراتے ہیں! اب آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ ایسی کون سی جگہ ہے جو رب کو تو پسند ہے مگر مسلمانوں کو پسند نہیں اور جو مسلمانوں کو پسند ہے وہ رب کو پسند نہیں سیدنا ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ سید الاولین والآخرین جناب محمد عربی ﷺ نے یہ بیان فرمایا کہ ”أَحَبُّ الْبِلَادِ إِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَأَبْغَضُ الْبِلَادِ إِلَی اللّٰہِ أَسْوَاقُھَا “اللہ کے نزدیک روئے زمین پر سب سے محبوب جگہ مساجد ہیں اور اللہ کے نزدیک سب سے مبغوض جگہ یہ بازار ہیں۔(مسلم: 671) جی ہاں میرے دوستوں! آپ نے بالکل ہی صحیح سنا کہ اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے محبوب جگہ یہ مسجدیں ہیں مگر افسوس صد افسوس آج مسلمانوں کی حالت اور عادت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی غم وٹینشن ہوتا ہے یا پھر کوئی پریشانی لاحق ہوتی ہے تو وہ سیدھا بازار کا رخ کرتا ہے اور اپنے غم وپریشانی کو ہلکا کرنے کے لئے جگہ جگہ کا چکر لگاتا ہے مگر خدا کے گھر میں آنا مناسب نہیں سمجھتا ہے، بازار میں روپئے پیسے خرچ کرکے قلبی سکون حاصل کرنا چاہتا ہے مگر مسجد میں جہاں اس کا ایک روپیہ بھی خرچ نہ ہوگا اسے وہاں سکون نظر نہیں آتا ہے، غم وپریشانی کے وقت میں بازار میں جانے سے تمہیں سکون کبھی نہیں ملے گا کیونکہ وہ جگہ رب کی نظر میں بہت ہی بری جگہ ہے، اگر تمہیں دلوں کا سکون واطمینان چاہئے تو پھر مسجدوں کا رخ کیا کرو کیونکہ یہ مسجدیں رب کی سب سے محبوب جگہیں ہیں، جہاں رب کی رحمتیں وبرکتیں نازل ہوتی ہیں، جہاں فرشتوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے، جہاں آنے والا رب کا مہمان ہوتا ہے، ذرا سوچئے کہ جس مہمان کا میزبان رب ہو کیا اس کی پریشانی ختم نہیں ہوگی، ضرور بالضرور ہوگی، اس لئے مسجدوں میں آجاؤ، بیٹھو، ذکرواذکار کرو، تلاوت قرآن کرو، دعائیں کرو، نمازیں پڑھو تمہیں دلی سکون واطمینان حاصل ہوگا اور تمہاری ہر پریشانی ضرور بالضرور دور ہوجائے گی، کیا آپ نے اپنے نبی ﷺ کا یہ عمل نہیں سنا کہ جب کبھی بھی آپ ﷺ کو کوئی پریشانی آتی تو سیدھا نماز کے لئے کھڑے ہوجایا کرتے تھے جیسا کہ سیدنا حذیفہؓ بیان کرتے ہیں کہ ”کَانَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا حَزَبَہُ أَمْرٌ صَلَّی “ نبی ﷺ کو جب کوئی غم لاحق ہوتا تو نماز پڑھنے لگتے تھے۔(ابوداؤد: 1319 وقال الألبانیؒ اسنادہ حسن) یہ ہے ہمارے نبی ﷺ کا طرز عمل اور ایک ہم اور آپ ہیں کہ ہمیں کوئی غم لاحق ہوتا ہے تو بازاروں کا رخ کرتے ہیں۔ بھلا آپ ہی بتلایئے کہ جو انسان رب کی ناپسندیدہ جگہوں پر جائے گا تو کیا اس کی پریشانی ختم ہوگی؟ جی نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ ایسی جگہوں پر جانے سے پریشانی مزید اور بڑھے گی، تو اگر آپ اپنی پریشانیوں کو ختم کرنا چاہتے ہیں تو پھر اللہ کی محبوب جگہ مسجد کا رخ کیا کریں، آج میڈیکل سائنس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ جب کوئی انسان نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو اس کے جسم اور اس کے اعضاء وجوارح سے خوشی کے ہارمونس پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ اکبر کبیرا۔ آج سائنس کی یہ تحقیق اور ریسرچ ہے جب کہ اسی چیز کی تعلیم تو اللہ کے حبیب جناب محمد عربی ﷺ نے برسوں پہلے دی تھی کہ جب بھی زندگی میں کوئی غم وپریشانی آئے تو نماز پڑھنا شروع کردو، اس لئے میرے بھائیو اور بہنو! اگر تمہیں اپنے غم والم، دکھ وتکلیف سے نجات چاہئے تو پھر خدا کے گھروں کا رخ کیا کرو اور نمازوں کا اہتمام کیا کرو۔

یہ مسجدیں اللہ کی سب سے محبوب جگہیں ہوتی ہیں اس لئے یہاں پر بڑے ادب واحترام سے آیا کرو، اور یہ بات اچھی طرح سے یاد رکھ لو کہ یہاں پر آنے والا ہر انسان رب کا مہمان ہوتا ہے اس لئے یہاں آکر رب کے کسی مہمان کے لئے تکلیف کا باعث نہ ہو۔

ہم اور آپ اپنے اپنے مساجد کا ادب واحترام کیا کریں کیونکہ یہ خدا کی محبوب جگہ ہے، اس جگہ کے مصلیوں، امام ومؤذن، یہاں کے خدمت گذار سب کے سب اس بات کے حقدار ہیں کہ ان کا ہر طرح سے پاس ولحاظ اور خیال رکھا جائے، اور یاد رکھ لیں! جو خدا کی محبوب جگہ اور اس کے لواحقین کا پاس ولحاظ اور خیال رکھے گا خدا خود اس کا اور اس کے گھر والوں کا محافظ ونگراں ہوگا۔

☆☆☆

انسانی شرافت

مولانا محمد شمس الحق عبدالحق سلفی

انسانی شرافت کی حقیقت پر جب غور کیا جائے تو ایک طرف مٹی کا وجود ہے، اور دوسری طرف رب العالمین کی عطا کردہ روح الہی ، ایک طرف کمزوری وحاجت ہے، اور دوسری طرف علم وعقل کی روشنی ، یہی وہ امتیاز ہے جس نے اولاد آدم کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی۔ قرآن کریم میں اللہ رب العالمین نے واضح طور پر ارشاد فرمایا: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلاً یقیناً ہم نے اولاد آدم کو بڑی عزت دی اور انہیں خشکی اور تری کی سواریاں دیں ، اور انہیں پاکیزہ چیزوں کی روزیاں دی، اور اپنی بہت سی مخلوق پر انہیں فضیلت عطا فرمائی۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر 70)

یہ شرف اور فضل بحیثیت انسان کے ہر انسان کو حاصل ہے، چاہے مؤمن ہو یا کافر، کیونکہ یہ شرف دوسری مخلوقات حیوانات ، جمادات اور نباتات وغیرہ کے مقابلہ میں ہیں ، اور یہ شرف متعدد اعتبار سے ہے، جس طرح کہ شکل وصورت ، قد وقامت اور ہیئت اللہ تعالی نے انسان کو عطا کی ہے، وہ کسی دوسرے مخلوق کو حاصل نہیں ، جو عقل انسان کو دی گئی ہے، جس کے ذریعے سے اس نے اپنے آرام و راحت کے لیے بے شمار چیزیں ایجاد کیں، حیوانات وغیرہ اس سے محروم ہیں۔ علاوہ ازیں اسی عقل سے وہ غلط صحیح ، مفید ومضر اور حسین وقبیح کے درمیان تمیز کرنے پر قادر ہے، اسی عقل کے ذریعے سے وہ اللہ کی دیگر مخلوقات سے فائدہ اٹھاتا اور انہیں اپنے تابع رکھتا ہے، اسی عقل وشعور سے وہ ایسی عمارتیں تعمیر کرتا ، ایسے لباس ایجاد کرتا اور ایسی چیزیں تیار کرتا جو اسے گرمی کی حرارت سے اور سردی کی برودت سے اور موسم کی دیگر شدتوں سے محفوظ رکھتی ہیں ، علاوہ ازیں کائنات کی تمام چیزوں کو اللہ تعالی نے انسان کی خدمت پر لگا رکھا ہے۔ چاند سورج ، ہوا پانی ، اور دیگر بے شمار چیزیں جن سے انسان فیضیاب ہو رہا ہے۔

یہ کیسی عظیم عزت ہے کہ فرشتے جو نورانی مخلوق ہیں، اللہ کے حکم سے آدم کے سامنے سجدہ ریز ہوئے ، یہ کیسی فضیلت ہے کہ اللہ نے فرمایا وعلم آدم الاسماء کلها ہم نے آدم کو سب کے سب نام سکھا دیے، اور یہ کیسی شان ہے کہ فرمایا لقد خلقلنا الانسان فی احسن تقویم ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا، اے انسان تجھے خاک سے بنایا گیا مگر آسمان کے فرشتے تیرے سامنے جھکائے گئے ، تجھے کمزور جسم دیا گیا مگر علم وعقل کی طاقت سے سب پر فوقیت عطا کی گئی، تجھے زمین پر مسافر بنایا گیا پھر خلافت ارضی کا تاج تیرے سر پر رکھا گیا۔

لیکن یاد رکھنا یہ شرف وفضیلت محض جسم کی خوبصورتی یا عقل کی قوت میں نہیں، بلکہ اصل کرامت ایمان اور تقوی میں ہے۔

اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَى وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوباً وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

اے لوگو ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد وعورت سے پیدا کیا ہے، اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنا دیے ہیں، تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، اللہ کے نزدیک تم میں سب سے باعزت وہ ہے جو سب سے زیادہ ڈرنے والا ہے۔ (سورہ حجرات 13)

اس سے معلوم ہوا کہ اصل شرافت ، رنگ ونسل، قبیلہ یا دولت میں نہیں، بلکہ عزت وشرافت صرف تقوی وایمان میں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ یا ایها الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوی.

اے لوگو! واضح رہے کہ تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ بھی ایک ہے، واضح رہے کہ! کسی عربی کو کسی عجمی پر، اور نہ کسی عجمی کو کسی عربی پر، اور نہ کسی گورے کو کسی کالے پر، اور نہ کسی کالے کو گورے پر کوئی فوقیت وفضیلت ہے، مگر تقوی کے ذریعے۔ (مسند احمد 23489)

اور ایک حدیث میں ہے۔ عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله لا ينظر الى صوركم واموالكم ولكن ينظر الى قولبكم وأعمالكم" اللہ تمہاری صورتوں اور مال کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دل اور اعمال کو دیکھتا ہے۔ (صحیح مسلم 2564)

لیکن یاد رکھنا یہ شرف وفضیلت محض جسم کی خوبصورتی یا عقل کی قوت میں نہیں ، بلکہ اصل کرامت ایمان اور تقوی میں ہیں۔ اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔ ان اکرمکم عندالله اتقاکم.

لہذا اے آدم کی اولاد و! عزت وشرافت نسب یا رنگ میں نہیں، مال و دولت اور جاہ وجلال میں نہیں، اگر آپ ایمان وتقوی کے راستے پر ہے تو فرشتے بھی آپ پر رشک کریں گے، اور اگر گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے تو مٹی سے بنا ہوا یہ وجود خاک سے بھی کم تر ہو جائے گا۔

انسانی عزت واحترام ایمان سے ہے انسان اگرچہ اپنی تخلیق کے اعتبار سے مٹی کا پیکر ہے،لیکن اس کی اصل عظمت روح ایمان سے ہے، محض جسم خاکی کی کوئی حیثیت نہیں،اصل کرامت اس وقت جلوہ گر ہوتی ہے،جب یہ جسم ایمان کے نور سے منور ہو،تقوی کے زیور سے آراستہ ہواور اطاعت الٰہی کے راستے پر گامزن ہو۔

جب ایمان دل میں اترتا ہے تو وہی انسان اللہ کا ولی بن جاتا ہے،زمین پر رحمت کا سبب اور آسمان کے فرشتوں کی دعاؤں کا مرکز بن جاتا ہے۔

ایمان ہی وہ زینت ہے جس نے سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کو اذان حق کا علم بردار بنایا،سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو اہل بیت میں جگہ دی،اور سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو صدق وصفا کی علامت بنایا،اگر عزت نسب یا نسل میں ہوتی تو قریش خاندان میں ابوجہل کا تعلق ورشتہ ہونے کے باوجود ذلیل نہ ہوتے،اور ایک معمولی غلام بلال حبشی رضی اللہ عنہ ''سیدنا'' کہلا کے عزت نہ پاتے۔

جسم کی کرامت ایمان سے ہے۔

زبان کی عزت ذکر الٰہی سے ہے۔زندگی کی رفعت وبلندی اطاعت رسول سے ہے۔ایمان ہی وہ تاج ہے جو ایک عام انسان کو اللہ کا مقرب بندہ اور مخلوقات میں محترم بنا دیتا ہے۔

ایمان کا معنیٰ ومطلب

ایمان کا لغوی معنی تصدیق کرنا،دل سے ماننا،اور اطمینان وسکون کے ساتھ قبول کرلینا۔

یوں سمجھ لیجئے کہ ایمان وہ روشنی ہے جو دل کی ظلمات کو دور کرتی ہے۔

ایمان وہ عہد ہے جس کے ذریعے انسان اپنے رب کے ساتھ رشتہ باندھتا ہے،اور وہ یقین ہے جو دل میں اتر کر زبان پر اقرار اور عمل میں کردار بن جاتا ہے۔

سلف نے ایمان کو نہ محض ایک خیال قرار دیا،اور نہ ہی اسے صرف زبان کا دعویٰ سمجھا،ان کے نزدیک ایمان ایک زندہ حقیقت ہے، جو انسان کی پوری زندگی کو ڈھانپ لیتی ہے۔

سلف صالحین ایمان کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں۔

الایمان هو اقرار باللسان وتصديق بالجنان وعمل بالاركان.

زبان سے اقرار کرنا، دل سے تصدیق کرنا،اور اعضاء وجوارح سے عمل کرنا ایمان ہے۔

دل کے یقین کا مطلب یہ ہے کہ دل سے اللہ اور اس کے دین کو سچا ماننا،اقرار باللسان کا مطلب زبان سے ایمان کا اظہار کرنا،اور اعمال بالارکان کا مطلب نیک اعمال کے ذریعے اس ایمان کو ثابت کرنا۔

ایمان دراصل انسان کے باطن میں وہ چراغ ہے جو معرفت الٰہی سے روشن ہوتا ہے،اور پھر اس کی کرنیں ان کے کردار وعمل کو جگمگاتی ہیں،جس دل میں ایمان اتر جائے وہ دل سکون پالیتا ہے جس زبان پر ایمان کا اقرار اتر جائے وہ زبان سچائی سے آشنا ہوجاتی ہے،اور جس عمل پر ایمان کا سایہ ہوجائے وہ عمل خیر ونیکی کا پیکر بن جاتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:**الايمان بضع وسبعون أو بضع وستون شعبة فافضلها قول لا اله الا الله وادناها اماطة الاذاء عن الطريق والحياء شعبة من الايمان.**

ایمان کے 70 یا 60 سے زیادہ شعبے ہیں،سب سے افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اور سب سے کم تر شعبہ راستے سے تکلیف دہ چیزوں کو دور کرنا ہے،اور حیا ایمان کا شعبہ ہے۔(صحیح مسلم 35)

ایمان اور انسان کی شرافت

ایمان انسان کو شرافت عطا کرتا ہے۔

ایمان انسان کو اچھے اخلاق پر قائم کرتا ہے۔

ایمان انسان کو اللہ کے نزدیک مکرم بنا دیتا ہے۔

ایمان انسان کو اونچے مقام عطا کرتا ہے۔

تقوی جو انسانی شرافت میں اضافہ کا ذریعہ ہے اس کا مطلب

تقوی کا مطلب اللہ سے ڈرنا اور اس کی اطاعت کرنا۔

گناہوں سے بچنا اور نیک اعمال کرنا۔

ایسا عمل کرنا جس سے اللہ کے عذاب سے نجات ملے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:**التقوى هي الخوف من الجليل، والعمل بالتنزيل، والرضا بالقليل، والاستعداد ليوم الرحيل** اور کسی روایت میں **القناعة بالقليل.**

تقوی یہ ہے کہ اللہ سے ڈرا جائے،قرآن مجید پر عمل کیا جائے،تھوڑے پر قناعت کی جائے،اور آخرت کی تیاری کی جائے۔(ابن ابی الدنیا: کتاب التقویٰ)

جس کی طرف اللہ رب العالمین اشارہ کرتے ہوئے فرمایا **ان اکرمکم عند الله اتقاکم**۔تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔(سورہ حجرات 13)

اسی طرح اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے۔**ومن يتق الله يجعل له مخرجا ويرزقه من حيث لا يحتسب.**

جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دیتا ہے،اور اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔(سورہ الطلاق 2/3)

تقوی کا مطلب اللہ کے حکم پر چلنا اور اس کی نافرمانی سے بچنا، دل میں اللہ کا خوف اور عمل میں اطاعت یہ صفت انسان کو اللہ کے نزدیک مکرم اور لوگوں کے نزدیک باعزت بناتی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا التقوی ھا ھنا ثلاث مرات واشار الی صدرہ تقوی یہاں ہے یعنی دل میں آپ نے تین بار اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا (صحیح مسلم 2564)

مطلب اصل تقوی دل میں اللہ کا خوف اور اخلاص فی العمل ہے۔جس سے اعمال سنورتے ہیں، گناہوں سے اجتناب و پرہیز کرکے دل میں تقوی پیدا ہوتا ہے۔جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔اتق المحارم تکن اعبدا لناس حرام چیزوں سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے. (ترمذی 2305)

عبادت کی اصل روح تقوی ہے، یعنی گناہوں سے اجتناب کرنا لوگوں کے ساتھ معاشرتی تعلقات قائم کرنا بھی تقوی ہے۔اتق الله حیث ما کنت واتبع السئیة الحسنة تمحها وخالق الناس بخلق حسن جہاں کہیں بھی ہو اللہ سے ڈرو، برائی کے بعد نیکی کرو وہ اسے مٹا دے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ (جامع ترمذی 1987)

انسانی شرافت سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں: انسان کی اصل شرافت نہ نسل وخاندان، نہ مال و دولت، نہ عہدہ ومناصب، اور نہ جاہ وحشم۔ بلکہ ایمان وتقویٰ، علم واخلاق اور نیک اعمال میں ہے۔یہی سلف صالحین کے بھی اقوال ہیں۔

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا انا کنا اذل قوم فاعزنا الله بالاسلام فمهما نطلب العزة بغیر ما اعزنا الله اذلنا الله ہم سب سے ذلیل قوم تھے، اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت دی، اگر ہم عزت اور کسی چیز میں تلاش کریں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کرے گا۔ (مستدرک حاکم 207)

امام حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا انما شرف المؤمن ایمانه وتقواه وعزه بطاعه مولاه مومن کی اصل شرافت اس کے تقوی و ایمان میں ہے، اور اس کی عزت اپنے رب کی اطاعت میں ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا انما شرف المؤمن ایمانه وتقواه وعزه بطاعه مولاه ساری عزت اللہ کی اطاعت میں ہے اور ساری ذلت اس کی نافرمانی میں ہے۔یعنی عزت و اکرام کا سرچشمہ اسلام، تقوی اور اطاعت الہی میں ہے، اور ذلت و رسوائی گناہ وعصیان، دنیا پرستی اور اللہ کی نافرمانی میں ہے۔اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اس وقت ارشاد فرمایا تھا جب مسلمانوں کو فتوحات اور اقتدار نصیب ہو چکا تھا اور کچھ اندیشے ہونے لگے تھے، کہ دنیاوی اسباب، جاہ وجلال کو لوگ اصل عزت سمجھنے لگے، اسی لیے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے یاد دہانی فرماتے ہوئے کہا کہ مسلمانوں کی اصل عزت صرف اسلام اور اللہ کی اطاعت میں ہے، نہ کہ دنیاوی اسباب میں۔

اگر موجودہ دور میں بھی مسلمان اسلام و ایمان کو چھوڑ کر دنیاوی طاقت، مال و منال، سائنس وٹیکنالوجی یا اور کسی دوسری تہذیب میں عزت تلاش کریں گے تو وہ ذلت میں گر جائیں گے، عزت اور انسانی شرافت کی کنجی آج بھی صرف ایمان اسلام اور تقوی میں ہے اللہ رب ذوالجلال کا ارشاد ہے۔وللہ العزۃ ولرسوله والمومنین عزت اللہ، اس کے رسول اور ایمان والوں کے لیے ہے (سورہ منافقون 8)

انسان اشرف المخلوقات ہے۔اللہ تعالی اسے عقل وشعور اور ارادہ عطا کیا ہے، اس کی اصل شرافت اور بزرگی ایمان وتقوی میں مضمر ہے۔لیکن جب وہ ایمان کی روشنی اور تقوی کی پاکیزگی کو چھوڑ کر دنیاوی اسباب اور مادی کامیابیوں میں عزت و شرافت تلاش کرتا ہے تو وہ اپنی اصل منزل سے بھٹک جاتا ہے۔اور حیوانوں کی صف میں جا کھڑا ہوتا ہے۔انہی لوگوں کے سلسلے میں رب ذوالجلال کا ارشاد ہے، اولئک کالانعام بل هم اضل یعنی وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ. (سورہ اعراف 179)

یہ اس لیے کہ جانور کم از کم اپنی فطرت کے تقاضے کے مطابق چلتے ہیں، مگر انسان جب ایمان کے نور کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنے عقل اور اختیار کو بھی غلط راہوں میں لگا دیتا ہے، اور ذلت و رسوائی کا سامان خود اپنے ہاتھوں میں تیار کرتا ہے۔اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دوسرے مقام میں اللہ رب العالمین کا ارشاد ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم یقیناً ہم نے انسان کو بہترین ڈھانچے، اعتدال اور حسن صورت وسیرت میں پیدا کیا۔ (سورہ تین 4/3)

احسن تقویم۔اللہ نے انسان کو ظاہری شکل وصورت عقل وشعور اور فطرت سلیمہ کے اعتبار سے بہترین بنایا یہ شرافت وکرامت کی بنیاد ہے۔

ثم رددناه اسفل سافلین لیکن جب انسان ایمان اور عمل صالح کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اپنی اصل شرافت کھو بیٹھتا ہے اور پستی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

مذکورہ دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ ایمان وتقوی کے بغیر انسان انسان نہیں بلکہ جانوروں بلکہ اس سے بھی بدتر ہو جاتا ہے۔

اللہ ربّ العزت والجلال سے دعا ہے کہ اللہ ہمیں انسانی شرافت کو سمجھتے ہوئے ایمان وتقوی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

مولانا عبدالمنان شکراوی، دہلی

جب غیرت ہی کا جنازہ نکل جائے

اس وقت امت مسلمہ اجنبیت وبیگانگی کے دور سے گزر رہی ہے۔اسے عمر فاروق کی قوت وطاقت کی تلاش ہے اورخالد بن ولید جیسی بہادری کے حامل افراد کی آرزو وتمنا ہے، اسی طرح سلطان صلاح الدین ایوبی جیسی سیرت کی مالک شخصیت کا انتظار ہے۔لیکن جب دلوں سے غیرت ختم ہوجائے،شرم وحیا کا جنازہ نکل جائے تو تمناؤں وآرزوؤں کی تکمیل کے لیے لمبا انتظار کرنا پڑتا ہے۔

لفظ غیرت میں تیز فہمی، انصاف، مردانگی جیسے بہت سے معانی پنہاں ہیں۔امام ابن حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: غیرت، فضل وکمال والی عادت ہے جو مدد اور انصاف سے مرکب ہے کیونکہ جو صاحب انصاف ہوگا وہ کسی کی بھی عزت وناموس کے سلسلے میں زیادتی کو ناپسند کرے گا گرچہ کوئی اس کی عزت پر دست درازی یا زیادتی کرے۔ اور جس کی طبیعت میں دوسروں کی مدد کرنا ہوگا اس کے اندر شرافت اور عزت نفس پیدا ہوگی اور وہ ذلت ورسوائی کو کبھی برداشت نہیں کرے گا۔ (الاخلاق والسیر)

غیرت ہی اصل دین ہے جس کی موت سے دل مرجاتا ہے۔امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس سے پتہ چلتا ہے کہ غیرت ہی اصل دین ہے لہٰذا جس کے اندر غیرت نہیں اس کے اندر دین نہیں کیونکہ غیرت دل کی حفاظت کرتی ہے اور دیگر اعضاء وجوارح اس کی حفاظت کرتے ہیں اور برائی وبے حیائی کو دور کرتے ہیں۔جبکہ بے غیرتی دل کو مردہ کردیتی ہے اور پھر اعضاء وجوارح پر بھی موت واقع ہوجاتی ہے پھر اس کے پاس حفاظت کا کوئی سامان نہیں بچتا۔(الداء والدواء)

اس دور میں جب آپ دنیا کے حالات پر طائرانہ نظر ڈالیں گے تو غیرت کی تلاش کرتے کرتے تھک کر چور ہوجائیں گے۔ بلکہ اس کی تلاش میں مائکروسکوپ (دوربین) کے بعد جتنی بھی اعلیٰ ٹیکنالوجی کے چھوٹی چیزوں کو دیکھنے کے آلات وجود میں آئے ہیں ان کے ذریعہ بھی تلاش کریں گے تو نتیجہ یہی نکلے گا کہ عورت ایک بازاری سامان بن گئی ہے جسے معمولی قیمت پر بیچا اور خریدا جاتا ہے۔تعجب تو اس شوروغوغا پر ہے جو شرم وحیا کے کچھ دعویداروں نے مغربیت کے خلاف مچا رکھا ہے۔حالانکہ انہوں نے بغیر ادنی پرواہ اور بلامزاحمت کے مغربیت کی مہمات کے بڑے بڑے مجرموں، افراتفری کورواج دینے والوں اور منحوس طریقوں سے بزعم خویش آزادئ نسواں کے علمبرداروں کے لیے اپنے گھروں کے دروازے کھول دیے ہیں۔یہ سب انہوں نے فحش ٹی وی چینلوں، منکرات ومعاصی سے بھرپور اسکرینوں اور ایسی فلموں اور سیریلوں کے نام پر کیا ہے جو رذیل وذلیل حرکتوں کو ہیرو اور ستاروں کی ایکٹنگ وکردار کے نام سے فلماتی ہیں۔سماج کی نظر میں اس سے برائیاں معمولی لگنے لگتی ہیں بلکہ سستی شہرت، اسٹارڈم اور جعلی چیمپین شپ کی جستجو میں ان کا حصول ضروری خیال کیا جانے لگتا ہے۔اسی طرح قسم قسم کے گمراہ کن وسائل وذرائع رذیل وپست حرکتوں کو ڈیکوریٹ کرتے ہیں اور چینلوں میں لوگوں کو خوش کرنے اور ٹی آر پی حاصل کرنے کی ہوڑ لگی ہوئی ہے۔اور ان کے مالکان کا ان کے ذریعہ مال ودولت کمانے کے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں رہ گیا ہے۔

عربی کی ایک شاعرہ غفیرہ بنت غفار کا شعر ہے:

وان انتم لم تغضبوا بعد هذه
فكونوا نساء في المنازل والحجل
ودونكم طيب النساء وانما
خلقتم جميعا للتزين والكحل

(اور اگر اس کے بعد بھی تمہیں غصہ نہیں آتا تو تم گھروں اور دلہن کے لیے تیار کیے گیے خاص کمروں میں عورت بن کر رہو اور عورتوں کی خوشبو لے لو کیونکہ تم سب زیب وزینت اور سرمہ لگانے کے لیے پیدا کیے گیے ہو۔

اس پر کسی کو تعجب نہیں ہونا چاہیے کہ مقابلۂ حسن کا انعقاد، عورت کے جسم کے اعضاء کی نمائش کے لیے کیا جاتا ہے اور حکم حضرات کی کمیٹیاں ان اعضاء کی ساخت وپرداخت پر بحث ونظر کے بعد حسن کی ملکہ کا انتخاب واعلان کرتی ہیں۔کسی کو اس کا بھی غم وملال نہیں ہونا چاہیے کہ اس موقعہ پر حاضرین خوب قہقہے لگاتے ہیں اور یہ باتیں ہر محفل ومجلس کا موضوع گفتگو بنی رہتی ہیں۔

جب شرم وحیا کی موت ہوجائے تو اخلاق کی بربادی، روایات واقدار کی تبدیلی اور ثابت شدہ حقائق کے تغیر کا کسی کو گلہ وشکوہ نہیں کرنا چاہیے۔ایسے وقت میں لوگ شرم وحیا کی موت کو تہذیب وثقافت، ترقی وآزادی کا نام دیتے ہیں اور غیرت وشرم وحیا کو پسماندگی، تشدد اور رجعت پسندی سے موسوم کرتے ہیں۔

جب شرم وحیا ختم ہوجائے تو تخلیقی صلاحیتیں، پیداوار میں اضافہ اور گھروں کے استحکام اور عفت وپاکدامنی کی تلاش چھوڑ دیں۔جب گھر کے مالک کو ہی قرار نہیں تو استحکام کیسے آسکتا ہے۔ہاں! جب غیرت کا جنازہ اٹھ جائے تو یہ مت پوچھو کہ پاکباز نفوس عفت وعصمت کے رکھوالوں پر پے درپے حملے کہاں سے ہو رہے ہیں اور افواہیں کہاں سے پھیل رہی ہیں۔اب تو یہی لوگ عوام کی نظروں میں رجعت پسند ہوگیے ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر میں کسی مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لوں تو میں اسے اس کی دھار کو موڑے بغیر (سیدھی تلوار) ماروں گا۔یہ بات

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا: تم سعد کی غیرت پر تعجب کرتے ہو؟ اللہ کی قسم! میں اس سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے غیرت کی وجہ سے ہی ان تمام فواحش کو، ان میں سے جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں سب کو حرام ٹھہرایا ہے اور اللہ سے زیادہ کوئی شخص غیور نہیں۔ (بخاری ومسلم)

اللہ تعالیٰ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے اور دور اول کے لوگوں سے راضی ہو جو دین کی حفاظت اور فضل وکمال کا ذریعہ بنے۔ بعض سلف کا قول ہے کہ غیرت کا جذبہ ہرامت کے مردوں میں اور تحفظ عورتوں میں رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے کہ وہ اس زمانے سے پہلے ہی داعی اجل کو لبیک کہہ گیے جس میں غیرت فوت ہوگئی اور اخلاق برباد ہوگیے۔ جب غیرت دفن ہوجائے تو فاسق ونافرمان اور مسافر واجنبی لوگوں کی سرداری پر تعجب نہ کرو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی اثنا میں کہ میں سویا ہوا تھا، میں نے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا، پھر اچانک میں نے ایک عورت کو دیکھا کہ ایک محل کے کنارے وضو کررہی ہے، میں نے پوچھا: یہ محل کس کا ہے؟ اس عورت نے کہا: عمر کا (مجھے عمر کی غیرت یاد آگئی تو میں پیٹھ پھیر کر واپس ہوگیا)۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ سن کر عمر رضی اللہ عنہ جو کہ ایک مجلس میں تھے، رونے لگے اور عرض کیا: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، کیا میں آپ سے غیرت کروں گا؟ (بخاری ومسلم)

اللہ اکبر! ان لوگوں کے اندر کس قدر غیرت پائی جاتی تھی حالانکہ وہ لوگوں میں سب سے بہتر تھے اور اسی کی بدولت انہوں نے دنیا پر حکومت کی۔

غیرت مرجانے کے اہم اسباب میں گناہوں کا ارتکاب بھی ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ عنہ فرماتے ہیں: گناہوں کے عذابوں میں سے ایک عذاب یہ بھی ہے کہ دل سے غیرت کی آگ بجھ جاتی ہے۔ اور دل کی زندگی اور اس کی اصلاح کے لیے اس کی وہی حیثیت ہوتی ہے جو پورے انسانی بدن کے لیے حرارت غریزیہ کی ہوتی ہے۔ غیرت کی آگ اور اس کی تپش نفس انسانی سے ہر طرح کی برائی کو اسی طرح نکال باہر کرتی ہے جس طرح بھٹی سونے چاندی کی گندگی کو صاف کر دیتی ہے۔ اور سب سے شریف اور بلند رتبہ لوگوں کے اندر اپنے نفس اور اپنے قریبیوں اور عامۃ الناس کے لیے سخت غیرت ہوتی ہے۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کے اندر اپنی امت کے سلسلے میں سب سے زیادہ غیرت مند تھے اور اللہ تعالیٰ تو ان سے بھی زیادہ غیور ہے۔ (الداء والدواء)

غیرت کا مرجانا اور شرم وحیا کا جاتے رہنا یہ دونوں چیزیں برائی کا عنوان اور رذائل کی ترسیل کا سامان (ڈاک) ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا پوری کی پوری بھلائی وخیر ہے۔ (مسلم)

پاکدامنی اور شرم وحیا کے پیکر لوگوں نے اس کی بہترین وخوشگوار مثالیں قائم کی ہیں، ان کی سیرت میں شفافیت جھلکتی تھی اور ان کے اندرون صفائی وستھرائی سے مزین تھے۔ امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ کو دیکھ لیجیے، فرماتے ہیں: ''میں نے سونے یا جاگنے کی حالت میں ام عبداللہ کے علاوہ کسی سے صحبت نہیں کی۔ میں خواب کی حالت میں بھی کسی عورت کو دیکھتا ہوں تو جانتا ہوں کہ یہ میرے لیے حلال نہیں ہے اور اس سے اپنی نظر پھیر لیتا ہوں''۔ بعض سلف کا کہنا ہے: کاش ابن سیرین کو جتنی سمجھ خواب کی حالت میں تھی ہمیں اتنا شعور بیداری کی حالت مل جاتا۔ (تمشی علی استحیاء)

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اپنے گھر جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد دفن ہیں اس میں اپنے کپڑے رکھ دیتی تھی اور کہتی تھی کہ یہ میرے شوہر اور والد ہی تو ہیں لیکن جب عمر بھی اس میں دفن ہوگیے تو اللہ کی قسم میں عمر رضی اللہ عنہ سے شرم کی بنا پر، اپنے کپڑوں کو اچھی طرح کسے بغیر داخل نہیں ہوتی تھی۔ (مستدرک حاکم)

غیرت دو طرح کی ہوتی ہے ایک جو اللہ کو پسند ہے اور وہی مطلوب بھی ہے، دوسری جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے۔ حضرت جابر بن عتیک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ایک غیرت وہ ہے جسے اللہ پسند کرتا ہے، اور دوسری غیرت وہ ہے جسے اللہ ناپسند کرتا ہے۔ وہ غیرت جسے اللہ پسند کرتا ہے تو وہ شک کے مقامات میں غیرت کرنا ہے، رہی وہ غیرت جسے اللہ ناپسند کرتا ہے وہ شک کے علاوہ میں غیرت کرنا ہے۔ (احمد، ابوداود، نسائی)

شک کے مقامات میں غیرت کو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے جیسا کہ ابن الملک کی شرح المصابیح میں ہے: وہ تہمت اور شک ہے اور یہاں اجنبیوں کے ساتھ میل جول ہے۔ یعنی جب انسان جان لے کہ اس کی بیوی یا اس کی لونڈی کے ساتھ اجنبی شخص کے ساتھ ملاقات، بے تکلفی اور تفریح ہو رہی ہے تو مردوں کے لیے مناسب ہے کہ وہ اسے پسند نہ کریں۔ اور اللہ تعالیٰ جس غیرت کو ناپسند کرتا ہے تو وہ غیر شک کے مقامات کے سلسلے میں غیرت ہے۔ وہ اس طرح کہ اس کے دل میں بلاوجہ کوئی بدگمانی ہوجائے یا یہ کہ وہ اپنی قریبی عورتوں کے نکاح کو ناپسند کرے۔ (شرح المصابیح)

عون المعبود میں ہے: (غیر شک کے مقامات میں غیرت) جیسے آدمی اپنی ماں کے سلسلے میں غیرت کرے کہ اس سے اس کا شوہر صحبت کرے، یہی دیگر محارم کا حال ہے۔ اس طرح کی غیرت کو اللہ ناپسند کرتا ہے کیونکہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے ہمارے لیے ضروری ہے کہ اس سے ہم راضی ومتفق رہیں۔ (عون المعبود)

مذکورہ بالا باتوں کی روشنی میں ہمیں وقت رہتے اپنے خیالات کا جائزہ لینا چاہیے کیونکہ امت تبھی فلاح یاب ہوسکتی ہے جب وہ دور اول کی طرف لوٹ کر آئے گی۔ امت کے آخری شخص کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے پہلے شخص کی اصلاح ہوئی۔ اپنی اولاد کا خیال رکھیں، اپنی بیویوں کے سلسلے میں باخبر رہیں، اپنے گھروں کے حالات پر نظر رکھیں اور اپنے اخلاق وکردار میں کسی قسم کی کمزوری نہ آنے دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمیں صراط مستقیم پر گامزن رکھے۔ آمین

☆☆☆

ڈاکٹر محمد آدم
گیسٹ فیکلٹی، شعبۂ اُردو، جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

اسلام معذوروں کا اولین محافظ - ایک تاریخی تناظر

دنیا جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہی تھی۔ علم مخصوص طبقوں کی جاگیر بن چکا تھا، عوام کے لیے علم و دانش کے دروازے بند تھے۔ عورت کو انسان تک نہیں مانا جاتا تھا، اُسے محض ایک جنس یا بوجھ سمجھا جاتا۔ بیٹی کو باعثِ ننگ و عار قرار دے کر زندہ درگور کر دینا عام تھا، اور افسوس کہ آج بھی ہمارے وطنِ عزیز میں یہی وحشیانہ سوچ نئے روپ میں موجود ہے۔ ماؤں کے رحم میں ہی معصوم بچیوں کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ اُس دور میں عورت کے متعلق یہ بھی مانا جاتا تھا کہ اُس کے وجود میں روح نہیں بلکہ ''پینڈورا'' نامی آسیب چھپا ہے، یہاں تک کہ یونان جیسے مہذب سمجھے جانے والا معاشرہ اور ارسطو جیسا فلسفی یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ عورت کے منہ میں مردوں سے کم دانت ہوتے ہیں۔ انسانوں کو غلام بنا کر اُن کی خرید و فروخت ہوتی، زندہ جلایا جاتا، اور جب یہ حال آزاد انسانوں کا تھا تو پھر جسمانی یا ذہنی آزمائش میں مبتلا افراد کو کون پوچھتا؟ ۔ اُنہیں سماج میں منحوس، کمزوری یا بوجھ سمجھا جاتا۔ اُنہیں تعلیم، قیادت، عزت یا سماجی شمولیت کے قابل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

ایسے میں اسلام ایک رحمتِ عالمگیر بن کر نمودار ہوا۔ اُس نے عورت کو عزت دی، غلام کو آزادی عطا کی اور معذور یا آزمائش میں مبتلا افراد کو وقار اور برابری بخشی۔ قرآن کی روشن تعلیمات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور خلفائے راشدین کے عملی نمونے نے اُنہیں معاشرے کا باوقار رکن بنایا۔ نہ صرف اُن کے تعلیم، امامت، عبادت، مشاورت اور معاشی کردار کو تسلیم کیا گیا بلکہ اُن کے تحفظ اور عزت کے لیے باقاعدہ قوانین بنائے گئے، ان کے لیے وظیفے مقرر کئے گئے اور وہ تمام حقوق جو ان کا پیدائشی حق تھا انہیں عملی و فکری سطح پر نافذ کیا گیا۔

یہ بات پوری تاریخی سچائی کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اسلام نے انسانی تاریخ میں سب سے پہلے معذور افراد کے لیے ایک جامع، فطری اور قابلِ عمل ''مینوفیسٹو'' مرتب کیا۔ یہ مینوفیسٹو صرف مذہبی تعلیمات پر مبنی نہ تھا بلکہ ریاستی نظام، سماجی شمولیت، معاشی عدل اور روحانی عظمت کے اصولوں پر قائم تھا۔ اس کا آغاز براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ سے ہوا اور خلافتِ راشدہ کے دور میں یہ باقاعدہ پالیسی کی شکل اختیار کر گیا۔

اسلامی مینوفیسٹو کی نمایاں خصوصیات

عزتِ انسانی کا اصول: اسلام نے جسمانی یا ذہنی آزمائش کو کبھی بھی انسان کی عزت و عظمت میں رکاوٹ نہیں سمجھا۔ قرآن کریم نے اعلان فرمایا: لَيْسَ عَلَى الْأَعْمَى حَرَجٌ.... (النور: 61) یعنی: کوئی حرج کی بات نہیں، نہ اندھے کے لیے اور نہ لنگڑے کے لئے نہ بیمار کے لیے۔ یہ آیت اور اس کا پسِ منظر اس حقیقت کو اجاگر کرتا ہے کہ شریعت کے احکام میں معذورین کے لیے سہولت اور آسانی کے ساتھ ان کی عزت و وقار میں کسی قسم کی کمی نہیں۔

سماجی شرکت اور قیادت: اسلام نے معذور افراد کو سماجی اور سیاسی سطح پر شمولیت کا پورا حق دیا۔ اس کی روشن مثال حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ ہیں، جو نابینا ہونے کے باوجود بارہا مدینہ منورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قائم مقام مقرر کیے گئے۔ یہ اس بات کا عملی اعلان ہے کہ معذوری قیادت، ذمہ داری یا اجتماعی شرکت میں رکاوٹ نہیں۔

معاشی تحفظ: اسلام نے معذورین کی کفالت کو محض خیرات یا صدقے پر نہیں چھوڑا بلکہ اسے ریاستی ذمہ داری قرار دیا۔ بیت المال، زکوٰۃ اور باقاعدہ وظیفوں کے ذریعے انہیں مستقل معاشی تحفظ فراہم کیا گیا۔ یہ اصول جدید ریاستی فلاحی نظاموں سے صدیوں پہلے اسلام نے قائم کر دیا تھا۔

علمی و روحانی ترقی: اسلامی روایت میں معذور افراد کو علمی و فکری قیادت کے بلندترین مقامات تک پہنچنے کا حق حاصل رہا۔ امام ترمذیؒ نابینا تھے، عطا بن ابی رباحؒ مفلوج تھے، اور قاضی عیاضؒ بھی بصارت سے محروم تھے، لیکن یہ سب اپنے زمانے کے علمی و فقہی امام بنے۔ یہ اس بات کا ناقابلِ تردید ثبوت ہے کہ اسلام نے معذوری کو علمی و فکری ارتقاء کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنایا۔

عدالتی و قانونی تحفظ: اسلامی فقہ نے معذور افراد کے حقوق و فرائض کا نہایت باریک بینی سے تعین کیا۔ ان پر ایسے احکام ساقط کر دیے گئے جو ان کے لیے ناقابلِ عمل تھے، مگر ان کے وقار اور معاشرتی مقام میں کوئی کمی نہیں کی گئی۔ شریعت نے انہیں رعایت دی، مگر معاشرتی عزت میں کمی نہیں آنے دی۔

نفسیاتی سکون اور روحانی عظمت: قرآن وحدیث میں جسمانی یا ذہنی آزمائش میں مبتلا افراد کے لیے خصوصی تسلیاں اور بشارتیں دی گئیں۔ انہیں صبر، بے پناہ اجر، جنت کی خوشخبری اور قربِ الٰہی کا مقام عطا کیا گیا۔ یہ نفسیاتی تحفظ اور روحانی اطمینان کسی بھی جدید قانونی یا سماجی نظام میں اس جامعیت کے ساتھ نہیں ملتا۔

اسلام کے یہ تمام اصول اور عملی اقدامات مل کر ایک باضابطہ اور ہمہ جہت ''اسلامی مینوفیسٹو برائے معذورین'' کی تشکیل کرتے ہیں، جو انسانی تاریخ میں اپنی نوعیت کا پہلا مکمل ضابطہ ہے۔ اس میں عزت، شرکت، تحفظ، قیادت، علم، روحانیت اور اُخروی اجر سب پہلوؤں کو محیط ایک ہمہ گیر نظام موجود ہے۔ آج کی جدید دنیا

بلاشبہ اس کی تقلید میں قوانین بنا رہی ہے، مگر جو ہمہ گیریت، توازن اور روحانیت اسلامی ماڈل میں ہے، آج بھی کہیں اور دکھائی نہیں دیتا۔

اسلام کا یہ معجزہ نہ صرف اُس دور کی تاریخ کو بدل گیا بلکہ آج کی جدید دنیا کے لیے ایک اخلاقی و سماجی معیار بھی بن گیا، جسے اقوامِ متحدہ سے لے کر انسانی حقوق کے اداروں تک اپنانے کی کوشش کر رہے ہیں، مگر پھر بھی وہ اس تکمیل کے قریب نہیں پہنچ سکے جو اسلام نے صدیوں پہلے پیش کر دی تھی۔ اسلام سے قبل معذور افراد کی حالت اور آج کے جدید نظام کی خامیوں کا موازنہ ہمیں یہ سمجھنے میں مدد دیتا ہے کہ اسلام نے کس حد تک ایک انقلابی تبدیلی پیدا کی، اور آج کے ترقی یافتہ کہلانے والے نظام اور اقوام کس مقام پر کھڑے ہیں۔

اسلام سے پہلے مختلف تہذیبوں اور معاشروں میں معذور افراد کو حقیر، بدشگون، بوجھ یا حتیٰ کہ ''گناہوں کا نتیجہ'' سمجھا جاتا تھا۔ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا گویا وہ انسان ہی نہ ہوں۔ یونانی فلسفہ میں جسمانی یا ذہنی طور پر کمزور بچوں کو بسا اوقات قتل کر دینا جائز سمجھا جاتا تاکہ ''طاقتور نسل'' کو آگے بڑھایا جا سکے۔ رومی تہذیب میں معذورین کو غلام بنایا جاتا یا تفریح کا ذریعہ سمجھا جاتا۔ اسی طرح نظام بعض میں معذوری کو ''کرموں کا نتیجہ'' مانا جاتا، یعنی یہ کہ معذور ہونا کسی کے سابقہ جنم کے اعمال کی سزا ہے۔ لیکن اس عقیدے نے معذور افراد کو مزید سماجی کمزوری اور الگ تھلگ ہونے پر مجبور کیا۔ عرب معاشرہ میں انہیں بدشگون اور منحوس سمجھا جاتا، ان سے نفرت کی جاتی اور ان کی کوئی سماجی حیثیت نہیں تھی۔ اُس دور میں معذورین کے لیے عزت، محبت، قیادت یا انسانی برابری کا کوئی تصور نہ تھا۔ معاشرہ ان کے وجود پر شرمندہ ہوتا اور اکثر والدین بھی ان کی پیدائش کو منحوس جانتے تھے۔

اسلام نے اس پست اور ظالمانہ رویے کو جڑ سے اکھاڑ دیا اور تمام انسانوں کو کنگھی کے دانتوں کی طرح برابر قرار دیا۔ معذورین کو مکمل انسانی مقام عطا کیا، عزت دی، قیادت دی اور بیت المال سے وظائف مقرر کیے۔ ان کی عبادات، علم اور فہم کو تسلیم کیا گیا۔ انہیں بوجھ نہیں بلکہ امتحان اور رحمت سمجھا گیا۔ یہ انقلاب صرف لفظی دعووں یا ہمدردی تک محدود نہ تھا بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل، صحابہ کرامؓ کے رویوں، فیصلوں اور خلفائے راشدین کے عملی اقدامات سے ظاہر ہوتا ہے۔

اگرچہ آج کی دنیا نے قانون سازی، طبی سہولیات اور سوشل ویلفیئر کے ذریعے معذور افراد کی زندگی کو سہل بنانے کی کوشش کی ہے، لیکن اس کے باوجود ان کوششوں میں کئی بنیادی خامیاں موجود ہیں۔ جدید ریاستیں علیحدہ اسکول، مخصوص ٹرانسپورٹ اور خصوصی ادارے قائم کرتی ہیں، مگر یہ سب اقدامات درحقیقت معذور افراد کو عمومی معاشرتی دھارے سے کاٹ دیتے ہیں اور انہیں ''الگ دنیا'' کا باشندہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مغربی دنیا میں ہر سال 3 دسمبر کو International Day of Persons with Disabilities منایا جاتا ہے، جس دن تقریریں، سیمینار اور مہمات چلائی جاتی ہیں، لیکن سال کے باقی ایام میں ان کے حقیقی مسائل اور حقوق اکثر نظر انداز رہ جاتے ہیں۔ اس طرح یہ سرگرمیاں محض رسمی پن اور نمائشی تشہیر تک محدود ہو جاتی ہیں۔ حد یہ ہے کہ بعض ادارے معذورین کو اشتہارات، چندہ مہمات اور PR کے لیے استعمال کرتے ہیں، لیکن ان کی عملی شمولیت، فیصلہ سازی میں کردار اور اداروں میں باقاعدہ اختیار دینے کے باب میں حقیقی اقدامات کم نظر آتے ہیں۔

قانونی اور عدالتی نظام میں بھی معذور افراد کو مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ کسی حق کے حصول کے لیے انہیں طویل عدالتی عمل، وکیلوں کی فیس اور پیچیدہ قانونی چارہ جوئی کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جبکہ اسلامی معاشرتی و قانونی ڈھانچے میں انہیں براہِ راست، فوری اور عزتِ نفس کے ساتھ حق دینے کی تعلیم ملتی ہے۔ جدید دنیا عموماً معذوری کو صرف ایک ''طبی'' یا ''قانونی'' مسئلہ سمجھتی ہے، مگر اس کے ساتھ جڑا ہوا روحانی اور اخلاقی پہلو تقریباً نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ اسلام نے معذورین کو صبر، رضا، حوصلہ اور اجر و ثواب کے عظیم مفہوم کے ساتھ جوڑ کر دیکھا، اور معاشرتی برابری میں کسی قسم کی کمی روا نہیں رکھی۔

اسی طرح روزگار کے مواقع میں بھی معذور افراد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اکثر ممالک میں محض ''معذور کوٹہ'' کے نام پر مخصوص نشستیں مختص کر دی جاتی ہیں، جو بظاہر سہولت تو ہے لیکن دراصل ان کی صلاحیتوں کو محدود خانے میں قید کرنے کے مترادف ہے۔ حقیقت میں ان کی صلاحیتوں اور قابلیت کو عام مسابقتی میدان میں جگہ ملنی چاہیے تاکہ وہ عزت، مساوات اور خوداعتمادی کے ساتھ سماج کے فعال رکن بن سکیں۔ اسلام کا اصول بھی یہی رہا ہے کہ کسی معذور کو اس کی معذوری کی بنیاد پر کمتر نہ سمجھا جائے، بلکہ ہر شخص کو اس کی استعداد اور محنت کے مطابق مقام دیا جائے۔

اس دور میں عزت، محبت، قیادت یا انسانی برابری کا کوئی تصور معذور افراد کے لیے نہ تھا۔ معاشرہ ان کے وجود پر شرمندہ ہوتا اور اکثر والدین بھی ان کی پیدائش کو منحوس جانتے تھے۔ اسلام نے اس پست اور ظالمانہ معاشرتی سلوک کو جڑ سے اکھاڑ دیا، تمام انسانوں کو کنگھی کے دانت کی طرح برابر قرار دیا، اور معذورین کو مکمل انسانی مقام عطا کیا۔ انہیں عزت دی گئی، قیادت کا موقع ملا، اور بیت المال سے وظائف دیے گئے۔ ان کی عبادات، علم و فہم کو تسلیم کیا گیا۔ انہیں بوجھ نہیں سمجھا گیا بلکہ امتحان اور رحمت قرار دیا گیا۔ یہ انقلاب صرف الفاظ یا ہمدردی تک محدود نہیں تھا، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طرزِ عمل، صحابہ کرامؓ کے فیصلوں اور خلفائے راشدین کے اقدامات سے عملی طور پر ثابت ہوا۔

آج کی دنیا میں معذورین کو انصاف حاصل کرنے کے لیے وکیل، عدالت اور طویل قانونی عمل سے گزرنا پڑتا ہے، جبکہ اسلام نے انہیں براہِ راست اور فوری حق دیا۔ جدید دنیا معذوری کو محض ایک طبی یا قانونی مسئلہ سمجھتی ہے، جبکہ روحانی حیثیت، صبر، رضا اور اجر و ثواب کے پہلو کو تقریباً نظر انداز کر دیتی ہے۔ اکثر معذور افراد کو روزگار کے مواقع میں نظر انداز کیا جاتا ہے یا صرف "معذور کوٹہ" تک محدود کر دیا جاتا ہے، جو انہیں حقیقی عزت اور مساوات سے محروم رکھتا ہے۔

اسلام سے پہلے معذورین کے ساتھ ظلم، بیزاری اور محرومی کا سلوک کیا جاتا تھا،

جوتقریباً ہرتہذیب میں عام تھا۔اسلام نے عزت، برابری، قیادت اور روحانی مقام عطا کر کے اس ظالمانہ رویے کوختم کیا۔آج کی دنیابظاہر ترقی یافتہ ہے،لیکن معذورین کے ساتھ اب بھی غیر فطری علیحدگی، رسمی رویے اور عزتِ نفس کی کمی دیکھی جاتی ہے۔اسلام نے جو کچھ چودہ سو سال پہلے پیش کیا، جدید دنیا آج تک اس کی مکمل پیروی نہیں کرسکی۔

اسلام نے جسمانی و ذہنی آزمائش میں مبتلا افراد کے حقوق کے لیے ایک بے مثال تہذیبی، فقہی اور انسانی نمونۂ عمل پیش کیا۔اسلام کی تعلیم رحم و عدل ہے، جو عزت، شمولیت اور قیادت کی بنیاد پر قائم ہے۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلمکی زندگی جسمانی و ذہنی آزمائش میں مبتلا افراد کے لیے سب سے بڑی رحمت تھی۔آپ ؐ نے انہیں کبھی بھی کم تر نہ سمجھا، بلکہ ان کی صلاحیت کو پہچانا، ان پر بھروسہ کیا، اور ان کے ذریعے اُمت کو قیادت، فہم اور قربانی کا عملی پیغام دیا۔

حضرت عبداللہ بن اُم مکتومؓ اس کی سب سے روشن مثال ہیں۔نابینا ہونے کے باوجود انہیں مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں نگران مقرر کیا گیا، اذان دینے کی ذمہ داری سونپی گئی، اور ان کے ذریعے قرآن کی تعلیم عام کی گئی۔قرآن میں ان کے بارے میں سورۃ عبس کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، جن سے یہ سبق ملتا ہے کہ کسی کی جسمانی حالت اس کے مقام و مرتبہ میں کمی نہیں کرتی، بلکہ اللہ کے نزدیک اصل شرف تقویٰ اور طلبِ علم ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا کہ معذوری قیادت کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کسی نابینا کو راستہ دکھا دو، یا کسی معذور کی حاجت پوری کر دو، تو اللہ کے نزدیک وہ اتنا بڑا عمل ہے کہ وہ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کردے گا۔" (مسند احمد)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیلنج شدہ افراد سے مشورے کیے، ان کے لیے تعلیم کا بندوبست کیا، انہیں جنگی مشنوں میں غیر جنگی ذمہ داریاں دیں، اور معاشرتی میل جول سے انہیں کبھی الگ نہ کیا۔

خلفائے راشدین کے دور میں بھی انہیں ادارہ جاتی سطح پر شمولیت دی گئی اور فلاحی کارناموں کے ذریعے انقلاب برپا کیا گیا۔حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو سادگی، عدل اور خلوص کے ساتھ جاری رکھا۔وہ خود معذور اور عمر رسیدہ خواتین و افراد کی خدمت کرتے اور فرماتے: "یہ ہماری ذمہ داری ہے، کیونکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہی کرتے تھے۔حضرت عمر فاروقؓ نے باقاعدہ فلاحی ادارے قائم کیے۔ بیت المال سے معذورین کے لیے وظیفہ مقرر کیا، ان کے نگراں متعین کیے اور اعلان فرمایا: "جو چل پھر نہیں سکتا اور کماتا نہیں، اُس کا خرچ ریاست کے ذمہ ہے۔" انہوں نے ہر شہر میں معذور افراد کے لیے سرکاری وظائف، مفت علاج، ملازمت میں رعایت اور سماجی وقار کی بحالی جیسے اقدامات کیے۔ان کا ماڈل آج کی StateWelfare کا اصل نقشہ ہے۔

حضرت عثمانؓ نے مالی سہولتوں میں اضافہ کیا، وظائف کو بڑھایا، بیت المال کے دائرہ کار کو وسیع کیا اور معذور افراد کو تجارتی سرپرستی بھی فراہم کی۔حضرت علیؓ نے معذورین کو سماجی قیادت میں شامل کیا، فقہی امور میں ان کی رائے لی، اور ان کے دور میں تعلیم و فتوے وغیرہ کے کاموں پر مامور کیا گیا۔ان کے دور میں نجی اور خاندانی سطح پر بھی معذور افراد کی عزت و وقار قائم رکھا گیا۔

امیر معاویہؓ کا دور بھی انتظامی حکمت اور عزتِ نفس کی پالیسی کا دور رہا، جس میں فتوحات کی کثرت ہوئی۔ان کے طرزِ حکمرانی میں بھی جسمانی و ذہنی آزمائش میں مبتلا افراد کی فلاح کو ترجیح دی گئی۔ وہ ان کے لیے باقاعدہ وظائف، رہائش اور تعلیم کے نظام قائم رکھتے تھے، خلفاء راشدین کے دور کی طرح خود ان افراد کے پاس جا کر ان کے احوال دریافت کرتے۔

اسلام اور اسلامی فقہ کی بنیاد اصول، نرمی اور رعایت پر قائم و دائم ہے۔اسی لیے علما، فقہا اور محدثین کرام نے ہر دور میں اسلامی تعلیمات اور شریعت کی روشنی میں جسمانی و ذہنی آزمائش میں مبتلا افراد کے لیے سختیوں کو آسانیوں میں بدلنے کی حتی الامکان کوشش کی۔انہوں نے ان مسائل کو واضح کیا اور پھیلایا تاکہ ان کی زندگی سہل ہو اور لوگ ان کے حقوق کو تسلیم کریں۔یہی وجہ ہے کہ نماز میں قیام ممکن نہ ہو تو بیٹھ کر یا لیٹ کر ادا کرنے کی اجازت ہے۔روزے میں چھوٹ، فدیہ یا تاخیر کی گنجائش ہے۔ حج میں نیابت، خصوصی قافلے اور سفری سہولتیں فراہم کی گئیں۔ جہاد میں شریک نہ ہونے پر کوئی گناہ نہیں۔وراثت، نکاح، گواہی، تجارت اور امامت جیسے حقوق میں بھی ان کی شمولیت برقرار رکھی گئی۔یہ تمام اصول اس بات کا اعلان ہیں کہ اسلام فرد کو جسم پر نہیں بلکہ علم، روح، تقویٰ اور نیت پر پرکھتا ہے۔

اسلام سے پہلے دنیا میں معذور افراد کے لیے قانون سازی اور تحفظ کی کوششوں کی تاریخ انسانی تہذیب کے ارتقائی سفر کے ساتھ جڑی ہوئی ہے۔اُس دور میں معذوری کو کمزوری یا بوجھ سمجھا جاتا تھا اور معذور افراد سماجی و معاشی زندگی سے کٹے رہتے تھے۔دنیا نے اسلامی اقدامات کے طویل عرصے بعد، انیسویں صدی کے وسط 1850ء کے بعد مغربی دنیا میں خصوصی اداروں اور اصلاحی قوانین کو جنم دیا۔ان اداروں کا مقصد محدود پیمانے پر تعلیم اور علاج فراہم کرنا تھا، تاہم یہ زیادہ تر خیرات اور ہمدردی پر مبنی نقطۂ نظر رکھتے تھے۔اصل تبدیلی بیسویں صدی کے نصف آخر 1945ء کے بعد سے شروع ہوئی جب انسانی حقوق کی تحریکیں تیز ہوئیں اور دنیا نے یہ تسلیم کیا کہ معذور افراد بھی برابر کے شہری ہیں۔اسی پس منظر میں اقوامِ متحدہ نے 1975ء میں Declaration on the Rights of Disabled Persons جاری کیا، جس کے ذریعے معذور افراد کے بنیادی انسانی حقوق کو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا۔اس کے بعد 1981ء کو International Year of Disabled Persons قرار دیا گیا، جس نے دنیا بھر میں آگاہی اور قانون سازی کے عمل کو تیز کر دیا۔بالآخر 2006ء میں اقوامِ متحدہ نے Convention on the Rights of Persons with Disabilities

(CRPD) منظور کیا، جو آج معذور افراد کے حقوق کے لیے سب سے جامع اور مؤثر عالمی چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس میں تعلیم، صحت، روزگار، مساوی مواقع اور سماجی شمولیت جیسے بنیادی اصول واضح کیے گئے۔

ان عالمی قوانین کا مقصد یہ ہے کہ معذور افراد کو خیرات یا ترس کا محتاج سمجھنے کے بجائے سماج کا برابر کا شہری تسلیم کیا جائے، انہیں تعلیم اور روزگار میں مساوی مواقع فراہم کیے جائیں، اور ایک فعال اور بااختیار فرد کے طور پر معاشرتی و تعلیمی دھارے میں شامل کیا جائے۔ اسی سوچ کے تحت اعلیٰ تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں میں Disability Cell یا Equal Opportunity Cell قائم کیے گئے تاکہ معذور طلبہ کے لیے تعلیمی رکاوٹیں ختم کی جائیں، نصاب و امتحانی نظام میں سہولتیں فراہم ہوں، کیمپس کو مکمل طور پر قابلِ رسائی بنایا جائے اور جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے مساوی مواقع دیے جائیں۔

تاہم حقیقت یہ ہے کہ بیشتر ملکوں میں قوانین تو پاس ہو گئے ہیں، مگر ان پر عمل درآمد سب سے بڑا چیلنج ہے۔ کاغذی کارروائی میں سہولتوں کے باوجود عملی طور پر انفراسٹرکچر، بجٹ اور تربیت یافتہ اساتذہ کی کمی کے باعث معذور طلبہ وہ سہولتیں حاصل نہیں کر پاتے جن کی ضمانت قوانین میں دی گئی ہے۔ اسی لیے آج سب سے بڑی ضرورت صرف قانون سازی نہیں بلکہ ان قوانین کے عملی نفاذ اور مؤثر نگرانی کی ہے تاکہ معذور افراد محض قانونی دستاویزات میں نہیں بلکہ حقیقی زندگی میں برابری اور وقار کے ساتھ تعلیم و تربیت حاصل کر سکیں۔

ان مراکز کے مقاصد یہ ہیں کہ معذور طلبہ کے لیے تعلیم حاصل کرنے میں رکاوٹیں ختم کی جائیں، نصاب، تدریس اور امتحانی نظام میں سہولتیں فراہم ہوں، کیمپس کی عمارتیں مکمل طور پر قابلِ رسائی (Accessible) بنائی جائیں اور جدید ٹیکنالوجی و وسائل کے ذریعے مساوی تعلیمی مواقع فراہم کیے جائیں۔

دنیا بھر کی کئی حکومتوں اور مذہبی تنظیموں نے بلند بانگ دعوے کیے، مگر معذورین کے مسائل آج بھی بڑی حد تک حل طلب ہیں۔ بے شمار دلکش قوانین مرتب کیے گئے، لیکن ان کا نافذ العمل ہونا اب بھی ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ گزشتہ چند دہائیوں میں انسانی حقوق کے نام پر کچھ پیش رفت ضرور ہوئی، تاہم مذہبی و معاشرتی بگاڑ اور نظام کی کمزوری نے ان قوانین کے اثرات کو محدود کر دیا۔ نتیجتاً یہ افراد آج بھی اپنی اصل صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر معاشرے میں فعال کردار ادا کرنے سے محروم ہیں۔

مغرب میں چند نمایاں مثالیں ملتی ہیں، جیسے: اسٹیفن ہاکنگ ALS کے مریض، مگر ماہرِ فزکس، ہیلن کیلر نابینا و بہرے، مگر انسانی حقوق کی علمبردار اور روزویلٹ پولیو کے شکار، مگر امریکہ کے صدر۔ لیکن یہ کامیابیاں زیادہ تر انفرادی جدوجہد کا نتیجہ ہیں۔ اس کے برعکس اسلام نے ابتدا ہی سے ریاستی سطح پر ایک جامع اور رحمت پر مبنی نظام دیا۔ اسلام جسمانی آزمائش کو درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اسلام نے معذورین کو زکوٰۃ، بیت المال، معاشرتی عزت، روزگار اور قیادت کے حقوق دیے۔

مغرب: معذوری کو محض ایک جسمانی یا نفسیاتی کیفیت سمجھا جاتا ہے جسے نظم یا علاج کی ضرورت ہے، مگر اسے روحانی بلندی یا عزت کا ذریعہ نہیں مانا جاتا۔ وہاں معذور علما و مشاہیر کی سیرت عام نہیں کی جاتی۔

اسلامی رہنمائی اور حل:

اسلام معذورین کو صرف امداد نہیں بلکہ عزت، قیادت اور خودمختاری دیتا ہے۔

آج ضرورت ہے کہ:

معذورین کے لیے جامع قانون سازی کی جائے۔ تعلیمی اداروں، مساجد اور جامعات میں سہولتیں فراہم ہوں۔ قیادت، تعلیم اور روزگار میں ان کی شمولیت یقینی بنائی جائے۔ ہر سطح پر اسلامی فلاحی ماڈل کا مطالعہ کیا جائے۔

خواجہ سرا (Intersex/Transgender) افراد بھی معاشرے کا حساس طبقہ ہیں۔ اسلام نے ان کی صنفی پیچیدگی کو تسلیم کرتے ہوئے الگ فقہی احکام دیے۔ آج یہ تعلیم اور روزگار کی کمی کے باعث منفی سرگرمیوں میں دھکیلے جاتے ہیں۔ اگر ان کے لیے تعلیم و تربیت، علاج و تھراپی اور روزگار کا انتظام کیا جائے تو یہ بھی عزت کے ساتھ زندگی گزار سکتے ہیں۔

عملی اقدامات:

معذورین کو ''خصوصی'' یا ''باہمت'' افراد کہا جائے۔
عوامی آگاہی مہمات چلائی جائیں تاکہ معذوری کو عیب نہ سمجھا جائے۔
تعلیمی اداروں میں داخلے اور امتحانات کے لیے سہولتیں دی جائیں۔
روزگار میں مساوی مواقع اور مخصوص کوٹہ پر عمل ہو۔
سرکاری و عوامی عمارتوں میں ریمپ، لفٹ اور دیگر سہولتیں لازمی ہوں۔
علاج، تھراپی اور آلات کی فراہمی یقینی بنائی جائے۔
مالی امداد اور وظائف کا باعزت نظام بنایا جائے۔
میڈیا میں معذورین کی مثبت تصویر کشی کی جائے۔

اسلام کا معذورین اور خواجہ سرا کے بارے میں نظام روحانی، سماجی اور قانونی سطح پر مکمل اور باعزت ہے۔ مغرب جہاں ابھی زیادہ تر علامتی اقدامات پر ہے، اسلام نے ان افراد کو امامت، قیادت اور علمی بلندیوں تک پہنچایا۔ وقت آ گیا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ماڈل کو اپنائیں، حقوقِ انسانی و حیوانی کو پوری طرح یقینی بنائیں، اپنے آپ کو رحمۃ للعالمین کا حقیقی امتی ثابت کریں اور اسلامی فلاحی ریاست کا اصل نمونہ دنیا کے سامنے پیش کریں۔

☆☆☆

پتنگ بازی ایک جان لیوا شوق

ابوعدنان سعید الرحمٰن نورالعین سنابلی

نیلے آسمان کی بے پایاں وسعتوں میں جب سفید اور سرمئی بادلوں کے جھرمٹ کے درمیان رنگ برنگی پتنگیں ہوا کے دوش پر اٹکھیلیاں کرتی ہیں تو ہر نگاہ ان کی رقصاں پرواز کی جانب کھنچ جاتی ہے۔ یہ منظر جتنا دلکش ہے، حقیقت میں اتنا ہی خطرناک بھی ہے۔ پتنگ بازی ایک دل لُبھانے والا مگر جان لیوا شوق ہے۔ یہ شغل کوئی نیا نہیں، نہ ہی صرف ہمارے وطن عزیز ہندوستان تک محدود ہے؛ بلکہ پاکستان، بنگلہ دیش، چین اور دنیا کے بے شمار خطوں میں لوگ اس کے دلدادہ ہیں۔ فرق صرف انداز اور طریقوں کا ہے۔ دنیا میں شاید ہی کوئی خطہ ایسا ہو جہاں پتنگ نہ اڑائی جاتی ہو۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ کئی ملکوں میں پتنگ سازی محض ایک کھیل نہیں رہی بلکہ ایک چھوٹی صنعت کی شکل اختیار کر چکی ہے۔ کہیں میلوں اور تہواروں پر پتنگوں کے میلے سجتے ہیں، تو کہیں آسمان مقابلے کے رنگین میدان میں ڈھل جاتا ہے۔ ڈور کو تیز دھار بنایا جاتا ہے تاکہ پیچ پڑتے ہی حریف کی پتنگ کاٹی جائے اور فضا میں غلبے کا اعلان ہو۔

پتنگ بازی کی تاریخ: موجودہ دور میں پتنگ بازی کو ایک تفریحی کھیل سمجھا جاتا ہے، لیکن جب اس کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ کھیل نہایت قدیم ہے اور اس کے آغاز کا سہرا مصریوں اور چینیوں کے سر جاتا ہے۔ مصریوں کے مطابق اہرامِ مصر سے ملنے والی قدیم تصویریں اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ پتنگ سازی اور پتنگ بازی کا آغاز فراعین کے دور میں ہوا۔ دوسری طرف چینیوں کا دعویٰ ہے کہ آج سے تقریباً چار سو سال قبل مسیح، شاہی سرپرستی میں پہلی پتنگ بنائی گئی اور پھر اڑائی گئی، جو رفتہ رفتہ عوام میں بھی مقبول ہوگئی۔ فرق یہ تھا کہ مصر میں یہ کھیل شاہی خاندان تک محدود رہا اور عام لوگوں کو اس کی اجازت نہ تھی، جبکہ چین میں بادشاہوں نے اسے عام کیا اور یوں یہ ایجاد زیادہ تر چینیوں سے منسوب کی جانے لگی۔

برصغیر میں پتنگ بازی بدھ بھکشوؤں کے ذریعے پہنچی۔ چونکہ یہ ایک سستی اور دل لگی تفریح تھی، اس لیے ہندوستان میں تیزی سے مقبول ہوگئی۔ مقامی راجوں اور مہاراجوں نے اس کھیل کی بھرپور سرپرستی کی جس کے نتیجے میں یہ عوامی سطح پر رائج ہوگیا۔ ابتدا میں پتنگیں ہر موسم میں اڑائی جاتی تھیں، لیکن بعد کے زمانوں میں موسمی شدتوں کو دیکھتے ہوئے موسمِ بہار کو پتنگ بازی کے لیے سب سے موزوں سمجھا گیا۔ اسی بہار کی آمد کی خوشی میں بسنت کا تہوار بھی انہی دنوں میں منایا جانے لگا۔ یوں رفتہ رفتہ بسنت اور پتنگ بازی لازم و ملزوم قرار پائے، یہاں تک کہ آج بھی ''بسنت'' کا نام سنتے ہی ذہن فوراً پتنگوں کی رنگینیوں کی طرف مائل ہوجاتا ہے۔

پتنگ اور اس کے مانجھوں کی تیاری: موجودہ دور میں بیشتر جگہوں پر پتنگ، مانجھا اور چرخی بازار سے خرید کر پتنگ بازی کا شوق پورا کیا جاتا ہے۔ البتہ دیہی علاقوں میں آج بھی لوگ یہ چیزیں خود تیار کرتے ہیں، اور ان کی تیاری کے مراحل نہایت دلچسپ اور محنت طلب ہوتے ہیں۔

پتنگ کی تیاری نسبتاً آسان اور کم وقت لینے والا عمل ہے، البتہ اس کی مختلف شکلیں اور ڈیزائن ہوتے ہیں جنہیں لوگ اپنے ذوق کے مطابق بناتے ہیں۔ اس کے برعکس مانجھا تیار کرنا ایک مشکل مرحلہ ہے۔ اس کے لیے سوتی دھاگے کی ریلیں یا گولا لیا جاتا ہے اور دھاگے کو درختوں یا کسی مضبوط سہارا دے کر اس طرح تانا جاتا ہے جیسے بجلی کی تاریں کھمبوں پر جمی ہوتی ہیں۔ اس کے بعد عام چاول ابالے جاتے ہیں اور شیشے کے ٹکڑوں کو باریک پیس کر سفوف بنایا جاتا ہے۔ یہ سفوف ابلے ہوئے چاولوں میں ملایا جاتا ہے اور اس میں کپڑا رنگنے والا رنگ بھی شامل کر دیا جاتا ہے۔ زیادہ تر کالا رنگ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ مرکب ایک لئی کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

اب دستانے پہن کر اس لئی کو ہاتھ میں لیا جاتا ہے اور دھاگے پر یوں لگایا جاتا ہے کہ دھاگہ پوری طرح اس کے بیچ سے گزر جائے۔ تمام دھاگوں پر یکساں طور پر لئی لگانے کے بعد انہیں خشک ہونے کے لیے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جب دھاگے اچھی طرح خشک ہو جاتے ہیں تو انہیں چرخی پر یا گولے کی شکل میں لپیٹ لیا جاتا ہے۔ تیار شدہ مانجھے کی دھار آزمانے کے لیے اسے کسی دوسرے مانجھے سے رگڑا جاتا ہے، اور اگر وہ آسانی سے دوسرے دھاگے کو کاٹ دے تو سمجھا جاتا ہے کہ مانجھا بالکل درست اور کامیاب طریقے سے تیار ہوا ہے۔

پتنگ بازی کے جانی و مالی نقصانات: پتنگ بازی ایک نہایت خطرناک کھیل ہے جس کے نتیجے میں ہر سال کئی قیمتی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ہلاک ہونے والوں میں صرف وہی افراد شامل نہیں ہوتے جو خود پتنگ بازی کرتے ہیں، بلکہ ان میں زیادہ تر ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جنہیں اس کھیل سے کوئی

دلچسپی نہیں ہوتی۔ وہ محض آوارہ ڈور یا مانجھے کی زد میں آکر جان گنوا بیٹھتے ہیں۔ یوں پتنگ بازی ایسا کھیل بن گیا ہے جس میں کھلاڑی کا نقصان نسبتاً کم جبکہ دوسروں کا نقصان زیادہ ہوتا ہے، اور یہ نقصان اکثر ناقابلِ تلافی ثابت ہوتا ہے۔

پتنگ باز ہمیشہ خطرے کی زد میں ہوتا ہے : پتنگ بازی ایک جان لیوا شوق ہے۔ انسان پتنگ بازی کرنے کے دوران ہر وقت اپنی جان کو جوکھم میں ڈالتا ہے۔ پتنگ بازی میں کبھی چھت سے گرنے اور کبھی بجلی کے تاروں سے کرنٹ وغیرہ لگنے کا خطرہ لگا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ ''(سورہ بقرہ/ 195) یعنی اور اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ''وَلَا تَقْتُلُوا اَنْفُسَكُمْ ''(سورہ نساء/ 29) یعنی اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع فرمایا ہے، اور چونکہ پتنگ بازی میں انسانی جان کے لیے خطرہ موجود ہوتا ہے، اس لیے یہ کھیل کسی بھی صورت جائز نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر منڈیر والی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس صورت میں انسان کے گر کر ہلاک ہونے کا اندیشہ رہتا ہے۔ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ''نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنَامَ الرَّجُلُ عَلَى سَطْحٍ لَيْسَ بِمَحْجُورٍ عَلَيْهِ ''یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چھت پر جہاں کوئی رکاوٹ نہ ہو سونے سے منع فرمایا ہے۔ (سنن ترمذی/ 2854، شیخ البانی نے سلسلہ صحیحہ/ 826 میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔)

پتنگ بازی کرنے میں خود کھلاڑی کی جان بھی خطرات سے دوچار رہتی ہے۔ اکثر اوقات شوق میں اس قدر محو ہو جاتا ہے کہ بے دھیانی میں چھت سے گر پڑتا ہے یا بجلی کے تاروں کی زد میں آجاتا ہے، اور یوں اپنی جان کو ہلاکت وتباہی میں ڈال دیتا ہے، جو سراسر غلط ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایسے کاموں کو جان بوجھ کر انجام دینا جن میں انسانی جان کو یقینی خطرہ لاحق ہو، دراصل خودکشی کے مترادف ہے۔ کیونکہ جب انسان یہ جانتے ہوئے بھی کہ اس کا شوق اسے موت یا شدید نقصان تک لے جا سکتا ہے، پھر بھی ایسے خونی کھیل کا اقدام کرتا ہے تو یہ گویا خودکشی کے مترادف عمل ہے۔ اور اسلام میں خودکشی ایک سخت اور سنگین گناہ ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدَةٍ، فَحَدِيدَتُهُ فِي يَدِهِ يَتَوَجَّأُ بِهَا فِي بَطْنِهِ، فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا، وَمَنْ شَرِبَ سَمًّا، فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ يَتَحَسَّاهُ، فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا، وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ، فَقَتَلَ نَفْسَهُ، فَهُوَ يَتَرَدَّى فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا اَبَدًا'' یعنی جس نے اپنے آپ کو لوہے (کے ہتھیار) سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں رہے گا، اسے اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔ جس نے زہر پی کر خودکشی کی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں اسے گھونٹ گھونٹ پیتا رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر خودکشی کی، وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم کی آگ میں پہاڑ سے گرتا رہے گا۔ (صحیح بخاری/ 5442، صحیح مسلم/ 109)

ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ فِي الدُّنْيَا، عُذِّبَ بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ'' یعنی جس نے کسی چیز سے اپنے آپ کو قتل کیا، قیامت کے دن اسی چیز سے اس کو عذاب دیا جائے گا۔ (صحیح بخاری/ 5700، صحیح مسلم/ 110)

جندب بن جنادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''كَانَ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ رَجُلٌ بِهِ جُرْحٌ فجزِعَ فاخذَ سكِيّناً فحزَّ بِهَا يَدَهُ فَمَا رَقَأَ الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: بَادَرَنِي عَبْدِي بِنَفْسِهِ فَحَرَّمْتُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ'' یعنی تم میں سے پہلے لوگوں میں ایک آدمی تھا جو زخمی ہوگیا تو اس نے بے صبری کا مظاہرہ کیا، اس نے چھری پکڑی اور اپنا (زخمی) ہاتھ کاٹ ڈالا، اس کا خون بہتا رہا حتی کہ وہ فوت ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''میرے بندے نے خود کو قتل کرنے میں مجھ سے جلدی کی اس لیے میں نے اس پر جنت حرام کر دی۔ (صحیح بخاری/ 3276، صحیح مسلم/ 113)

ان احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ خودکشی اسلام میں ایک نہایت سنگین جرم ہے، اور جو شخص خودکشی کرتا ہے وہ جہنم میں اسی چیز کے ذریعے بار بار عذاب پاتا رہے گا جس کے ذریعے اس نے اپنی جان ہلاک کی تھی۔ اب اگر کوئی شخص یہ جانتے ہوئے بھی پتنگ بازی میں مشغول ہو کہ یہ کھیل اس کی جان کے لیے مہلک ثابت ہوسکتا ہے، پھر بھی اس میں مگن رہتا ہے اور بالآخر اپنی جان گنوا بیٹھتا ہے، تو وہ بھی ان ہی نصوص کا مصداق قرار پائے گا۔ لہٰذا ہر سمجھدار انسان پر لازم ہے کہ وہ اس جان لیوا اور بے مقصد مشغلے سے خود کو دور رکھے، اور اپنی قیمتی زندگی کو محفوظ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ امانت کا حق ادا کرے۔

(جاری)

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

اصغر علی امام مہدی سلفی
امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

تعارف کتاب

نام کتاب: تاریخ اہل حدیث-جنوبی ہند کے گم شدہ اوراق

مرتب: مولانا عبدالوہاب عبدالعزیز جامعی

صفحات:954

سال اشاعت: باراول، نومبر 2024ء

ناشر: صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا

فارسی کا مشہور شعر ہے جوضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔

نام نیک رفتگاں ضائع مکن
تا بماند نام نیکت پائیدار

اسلاف کے روشن کارنامے، بزرگوں کی تگ وتاز کی داستانیں اوران کی دینی و جماعتی، دعوتی واصلاحی، تعلیمی وتربیتی، تنظیمی ومنہجی، علمی وتحقیقی، ادبی وثقافتی، سماجی و رفاہی، ملکی وملی اورانسانی خدمات کی سرگشت ہماری درخشاں تاریخ کے وہ تابندہ نقوش ہیں جن پرملت اسلامیہ عموما اور جماعت اہل حدیث بجاطور پر نازاں اورفخر کناں ہے اورجن کی روشنی میں موجودہ پیڑھی اورنئی نسل کوحال ومستقبل کے منصوبے اور لائحہ عمل تیارکرکے خوب سے خوب تر بننے اور پروان چڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ان کی ورق گردانی اور بازخوانی سے سینوں کے داغ تازہ ہوتے ہیں اورعزائم کو بال وپر عطا ہوتے ہیں۔ چونکہ جماعت اہلحدیث جس کا سرانبوت کے سرچشمہ حیواں سے جڑا ہوا ہے، جس کی حقیقت ''اصلها ثابت و فرعها في السماء'' ہے اورجن کے وابستگان کا تعارف لاتزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم کے ذریعہ پیش کیا گیا ہے، جن کی علوشان ''من المومنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من ينتظر وما بدلوا تبديلا ''میں بیان کی گئی ہے اورجو بفحوائے ''کنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله ''عبرالقرون دین وشریعت، ملک وملت اور انسانیت کی نصح وخیرخواہی کا دم بھرتی رہی ہے۔اس طائفہ سخت جان نے ہردور میں ملک وملت اور انسانیت کی گلہ بانی کا فریضہ انجام دیا ہے، جن کی نیک نامیوں اور بلند پروازیوں کے قصے جریدہ عالم پرثبت ہیں اورجنھوں نے تعلیم وتربیت، دعوت واصلاح، تصنیف وتالیف، تزکیہ وسلوک، عزیمت وجہاد، سیاست وقیادت، تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ، تمدن، ادب وثقافت، طب وحکمت، منطق وفلسفہ، کیمیا وہندسہ، ماحولیات، طبیعات وجمادات، حیوانات ونباتات غرضیکہ ہرعلم وفن میں اپنی لیاقت ومہارت کے جھنڈے گاڑے ہیں اورجن کی داستانِ ہزار رنگ چمن زار عالم پھیلی ہوئی ہے۔

کچھ قمریوں کو یاد ہے کچھ بلبلوں کو حفظ
عالم میں ٹکڑے ٹکڑے مری داستان کے ہیں

لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ جماعت اہل حدیث کی داستان ہزار رنگ کچھ تو غیروں کی کرم فرمائیوں اور حالت کی ستم ظریفیوں کی وجہ سے اور کچھ ہماری عاقبت نا اندیشی، بےفکری ولاابالی پن اورغفلت شعاری کے سبب جہل اورطاق نسیان کا گلدستہ بن کررہ گئی ہے۔

اٹھائے کچھ ورق لالے نے کچھ نرگس نے کچھ گل نے
چمن میں ہر طرف بکھری ہوئی ہے داستاں میری

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ تاریخ اہل حدیث کے حوالے سے کچھ بھی کام نہیں ہوا ہے اور بکھری ہوئی داستان اوراڑائے ہوئے اوراق پریشاں کواکٹھا کرنے کی کوشش نہیں ہوئی ہے۔خودمرکزی جمعیت اہل حدیث ہندتاریخ اہل حدیث کی دس جلدیں، تحریک ختم نبوت کی چھبیس جلدیں، تراجم علماء اہلحدیث، ڈائریکٹری مدارس، مدارس اہل حدیث دہلی اورتاریخ الحدیث کا انسائیکلوپیڈیائی کشکول بنام 'یادگارمجلّہ'، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی دینی، دعوتی، تعلیمی، تربیتی، قومی، ملی اور انسانی خدمات (عربی) وغیرہ شائع کرچکی ہے۔بعض حلقوں میں جدوجہدآزادی میں علماء و عوام اہل حدیث کی خدمات کے حوالے سے بھی کام ہوا ہے۔تدریسی وتصنیفی خدمات اورحدیثی وتفسیری اورفقہی ومساعی کی قدرے شیرازہ بندی ہوئی ہے۔تراجم اہل حدیث کے عنوان سے بھی تاریخی سرمایہ ایک حدتک موجود ہے اورالحمدللہ اس حوالے سے مساعی جاری ہیں۔

انہی مساعی جمیلہ میں سے ایک اورمبارک کوشش ''تاریخ اہل حدیث جنوبی ہند کے گم شدہ اوراق'' ہے۔جس کے فاضل مرتب جنوب ہند کے معروف عالم دین مولانا عبدالوہاب عبدالعزیز جامعی حفظہ اللہ امیرصوبائی جمعیت اہلحدیث کرناٹک وگوا ہیں۔جوخودذاتی طور پرسنجیدہ، پروقار اور باصلاحیت شخصیت کے حامل ہیں اورجنھوں نے اس دشت جنوں میں عمرگزاری ہے، وہاں کے علماء کی صحبت فیض اثر سے حظ وافر پایا اورتاریخ اہل حدیث جنوب ہند کے نشیب وفراز سے واقفیت حاصل کی ہے۔یہ کتاب دراصل مرتب کی سلسلہ تاریخ اہل حدیث جنوب ہند مثلاً تحریک اہل حدیث کرناٹک کی سرگرمیاں ''نقوش تابندہ'' اور'' تاریخ اہل حدیث جنوبی ہند کے درخشاں

پہلو“ کی ایک مبارک کڑی ہے۔ اللہ کرے یہ سلسلہ تذکرہ نویسی و تاریخ نگاری اسی طرح دراز ہوتا رہے۔

اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

یہ کتاب مولف کی وسعت مطالعہ، انتھک لگن، جہد مسلسل اور اخلاص کو درشاتی ہے۔ اس کے اندر جماعت اہل حدیث جنوبی ہند کے ان اساطین علم وفن، رجال دعوت وارشاد اور باکمالان و دیدہ وران جماعت و جمعیت کی حالات زندگی اور ملک وملت اور جماعت وانسانیت کے تئیں ان کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ بہت حد تک موجود ہے جن کی زندگیاں اقبال کے ان اشعار سے عبارت تھی کہ

نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز
اس کے زمانے عجیب، اس کے فسانے غریب
عہد کہن کو دیا اس نے پیام رحیل
ساقی ارباب ذوق، فارس میدان شوق
بادہ ہے اس کا رحیق، تیغ ہے اس کا اصیل
خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات
ہر دو جہان سے غنی، اس کا دل بے نیاز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دل فریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دم گفتگو، گرم دم جستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاکباز

یہ کتاب دس ابواب پر مشتمل ہے۔ مثلاً صوبہ مدراس میں تاریخ اہل حدیث کا ماضی، جمعیت اہل حدیث آندھرا پردیش (غیر منقسم) قدم بہ قدم کرناٹک میں کاروان اہل حدیث منزل بہ منزل، جنوبی ہند میں اکابر علمائے کرام کے دعوتی دورے، جماعتی کانفرنسیں اور اجتماعات، مدرسین ومربین جماعت، موسسین مدارس و جامعات، مصنفین ومولفین، مبلغین ومصلحین جماعت، قدیم سخنوران اہل حدیث جنوبی ہند۔

کتاب کے مشتملات کو پڑھ کر تاریخ اہلحدیث جنوبی ہند کا کچھ حد تک ایک مرقع سامنے آجاتا ہے جس کا اکثر حصہ اخبار اہلحدیث امرتسر وغیرہ سے ماخوذ ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے اسلاف آج کے مقابلے میں کس قدر دور رس، جہاں بین، حق آگاہ اور اپنے کاز کے تئیں کس درجہ سنجیدہ اور مخلص تھے کہ انہوں نے جماعت کی چھوٹی بڑی سرگرمیوں، حصولیابیوں اور احوال ووقائع کو سپرد قرطاس کردیا جو برصغیر میں ہماری تاریخ کا روشن باب اور عظیم ماخذ وسرمایہ ہیں۔ حالانکہ ان نفوس قدسیہ کو وہ وسائل میسر نہیں تھے جو آج موجود ہیں اور کام بھی الحمدللہ ان بزرگوں کی مساعی جمیلہ کی برکت سے بہت زیادہ ہورہے ہیں۔ کانفرنسیں اور سیمینار منعقد ہورہے ہیں۔ ادارے وجود میں آرہے ہیں۔ جلسے اور اجتماعات ہورہے ہیں، ذمہ داران جمعیت و جماعت کے دینی، دعوتی اور تعلیمی دورے بھی جاری ہیں۔ لیکن تاکید در تاکید کے باوجود ان سرگرمیوں کو قید تحریر میں لانے اور جرائد و رسائل میں شائع کرانے کی اکثر توفیق نہیں ملتی۔ نتیجتاً اکثر دست برد زمانہ کے شکار ہورہے ہیں۔ زیر تعارف کتاب اپنی جامعیت کے باوجود بعض اہم باتوں کو سمیٹنے سے رہ گئی ہے۔ جس میں ترجمان میں شائع شدہ دورۂ جنوبی ہند سے متعلق خاصہ مواد مولانا محمد مقیم فیضی مرحوم اور ڈاکٹر رضاء اللہ رحمہما اللہ وغیرہ کے قلم سے جریدہ ترجمان میں شائع (بعنوان مرکزی جمعیت کا اعلیٰ سطحی وفد کا دورۂ تمل ناڈو کرناٹک جلد نمبر۲۲ شمارہ ۳۴، ۳۸، مرکزی جمعیت اہل حدیث کا اعلیٰ سطحی وفد کی کیرالا کے دورے سے واپسی پر ایک مختصر رپورٹ جلد نمبر۲۳، ۱۵۔۱۶ جنوری ۲۰۰۳، ناظم عمومی کا دورہ صوبہ کرناٹک جلد نمبر۲۳ وغیرہ) شمارے سے اگلے ایڈیشن میں اخذ کرلیا جائے تو بہتر ہے اس کے علاوہ بھی بہت سے مواد ہیں۔

حالانکہ اس وقت ادنیٰ کاغذ وقلم بھی کمیاب تھے۔ لفافہ اور وسائل خط وکتابت انتر دیشی اور پوسٹ کارڈ خریدنے کے لیے باضابطہ وقت نکالنا پڑتا تھا اور سواری کی کمیابی کی وجہ سے گھنٹوں ڈاکخانہ آتے جاتے لگ جاتے تھے۔ پھر اسے حوالہ قلم و قرطاس کرنے کے ساتھ اسے سپرد ڈاک کیا جاتا تھا۔ پائی پائی کے لالے پڑنے کی وجہ سے اس کا بھی انتظام کرنا مشکل ہوتا تھا۔ علامہ عبقری ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ جیسے لوگوں کو چند پیسے کے ڈاک ٹکٹ کے لیے اعلان کرنا پڑتا تھا اور اس پر بھی جماعت کو اعتراض اور سخت تنقید کا موقع مل جاتا تھا۔ پھر جلسے میں نہ لاؤڈ اسپیکر نہ آلات مکبر الصوت، نہ علماء اور رزودنویسوں کی کثرت، نہ صحافیوں کی بھیڑ، نہ مرئی وسمعی آلات، نہ ویڈیو، آڈیو اور ٹیپ ریکارڈر، نہ موبائل اور سوشل میڈیا کی کارفرمائی، کچھ بھی نہ تھا۔ مگر آہ! آج جماعت کی کل تاریخ کا اکثر حصہ باوجود ہزار کوتاہیوں کے یہی نامہ وپیام اور مراسلات اور خط وکتابت ہی ہوا کرتے تھے، جس میں سے اکثر جرائد ومجلّات کے زینت بنتے تھے۔ برقی والکٹرونک اور شمسی وقمری اور کہربائی وشعاعی کوئی بھی ایجاد واختراع نہ تھا۔ پھر بھی لائق فخر تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ مگر آج کچھ نہ ہوتب بھی دینی ودعوتی اور جماعتی پروگراموں اور سرگرمیوں کی روداد بیٹھے بیٹھے، لائیو اور واٹس ایپ سے دفتر، جرائد ومجلّات، آفس اور متعلقہ شعبہ کو سکنڈوں میں بھیجی جاسکتی ہے۔ مگر آہ! آج تغافل وتساہل، تجاہل، تباغض وتحاسد اور تعصب جماعت کو کھا رہا ہے۔ اگر

صلاحیتوں اور کاموں کے قدرداں نہ ہوں تو صلاحیتیں مرجاتی ہیں اور صنعت وتجارت تک ٹھپ پڑ جاتے ہیں۔ جب مال کو بازار ومیدان میں رکھنے والے کمیاب ہوجاتے ہیں تو معلوم ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہوتی ہے۔ دین وعلم اور عمل صالح خصوصا ہر سطح پر قدردانی، نشر واشاعت اور تبلیغ وترسیل سے پروان چڑھتے اور بڑھتے ہیں۔ یا لیت قومی یعلمون.

یقین جانیے کہ یہ طرز تغافل نئی نسل کو اپنے بزرگوں کی ماثر ومعارف اور تگ وتاز کی تاریخ سے محروم کردے گی اور وہ اس طرح اپنے اسلاف سے کٹ کررہ جائے گی۔ جو نہ صرف جماعت بلکہ ملک وملت کا بڑا خسارہ ہوگا۔

آپ جانتے ہیں کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند بشمول تمام ذیلی جمعیات اہل حدیث نے دہشت گردی کے خلاف ایسے وقت میں زوردار مہم چھیڑی تھی جب کہ وہ پورے عالم کے لیے ناسور بنتا جارہی تھی اور وہ پوری امت مسلمہ کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لیے اس قدر آندھی چلارہی تھی اور بگولہ برسارہی تھی کہ پوری امت ہی بدنام و ناکام ہوکررہ جائے۔ چونکہ اب جہاد بالسیف کے نام پر اسلام کو بدنام کرنا پرانا حربہ ہوچکا ہے، اس لیے اب تشدد وتطرف، تعصب وغلو اور دہشت گردی کا سہارا لیا جانے لگا اور آتنک واد کے نام پر اسلام کے خلاف ساری دنیا میں نفرت کی بیج بوکر امت مسلمہ عالم اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کیا جانے لگا اور ان کے خلاف ہر وہ اقدام روا قرار دادیا جانے لگا، تاکہ ان کے افراد، جماعت، مقدسات، ممالک وبلدان اور تمام طرح کی سرگرمیوں پر قدغن لگایا جاسکے، ان کا صفایا کیا جاسکے اور ان پر تمام طرح کے مظالم کے پہاڑ توڑنے اور ان کو ختم کرنے کے لیے اسے وجہ جواز بنایا جاسکے اور ان کے شعائر اور دینی مدارس ومراکز کو ڈائرکٹ متہم کرکے ان کو ارتداد ودہشت کا شکار بنایا جاسکے اور ایمان واسلام سے برگشتہ کرنا ممکن ہوسکے۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند نے پوری دنیا میں دہشت گردی کے خلاف سب سے پہلے اجتماعی کوششیں صرف کیں، اس کی بیخ کنی کے لیے اجتماعی فتاوی کی مہم چلائی، علمائے عرب اور ہندوستانی علماء کے دہشت گردی مخالف فتاوے جمع کرکے اردو، ہندی اور انگریزی زبانوں میں شائع کیا اور مرکزی حکومت کے سب سے بڑے اندرونی ذمہ دار وزیر داخلہ شیوراج پاٹل جی کے ہاتھوں اکابرین ملک وملت، جماعت اور قومی میڈیا کی موجودگی میں اپنے کمپلیکس میں اس کا اجراء کرایا۔ ''مدارس اسلامیہ دہشت گردی کے اڈے ہیں یا خدمت انسانیت کے مراکز؟'' کے عنوان سے عظیم الشان آل انڈیا کنونشن منعقد کیا، جس میں سابق وزیراعظم وی پی سنگھ، ممبران پارلیامنٹ وزیر خارجہ برائے مملکت ای احمد اور اسمبلیوں کے اسپیکر شعیب اقبال وغیرہ وغیرہ شریک اجلاس ہوئے۔ انصاری آڈیٹوریم جامعہ ملیہ میں ''دہشت گردی عصر حاضر کا سب سے بڑا ناسور'' کے نام سے عظیم الشان قومی سمپوزیم منعقد کی، جس میں علمائے کرام کے علاوہ مقتدر ملکی وملی اور سیاسی وسماجی رہنماؤں نے شریک ہوکر دہشت گردی کے خلاف اسلام اور مسلمانوں کے موقف وتعلیمات اور امیر مرکزی جمعیت کے ان اقدامات کی ستائش کی۔ اس طرح کے متعدد اجلاس پورے ہندوستان میں ایک قرار داد وتجویز کے طور پر پاس منعقد کیے۔ صوبائی حتی کہ ضلع جمعیتوں نے سینکڑوں بھرپور اجلاسہائے عام کیے۔ خود مؤلف حفظہ اللہ کے زیرنگرانی صوبائی جمعیت اہل حدیث کرناٹک وگوا نے مرکزی جمعیت کی سرپرستی میں بڑے اہتمام سے پریس کانفرنس منعقد کی تھی جس میں راقم بھی حاضر تھا۔ آتنک واد کے خلاف اردو، انگریزی اور ہندی میں خصوصی نمبرات نکالے۔ سالہا بعد غیروں نے اس کی نقالی کی اور چند دنوں میں ہی ان کے لوگوں نے اس کارنامے کو حدیث المجالس بنا کر پیش کیا اور ہیرو بننے لگے۔ مگر آہ! اپنے لوگوں کو سیاست اور تعصب وحسد سے فرصت نہ ملی اور اس طرح جمعیت کی اور بہت ساری اولیات، جو اس کی تاریخ کا روشن حصہ ہیں درخور اعتناء نہیں سمجھی گئیں۔

حسن وکمال کا مالک حقیقی صرف اللہ جل جلالہ کی ذات بابرکات ہے۔ انسانی عمل نقص سے خالی نہیں۔ پھر بھی زیر تبصرہ وتعارف کتاب میں بھی یہ بات بڑی حد تک محسوس ہورہی ہے۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے پلیٹ فارم سے ذمہ داران نے حالیہ پچیس برسوں میں جنوبی ہند میں بھی جو دعوتی وتنظیمی، تعلیمی وتربیتی اور رفاہی دورے کیے ہیں اور مختلف عناوین سے پروگرام منعقد ہوئے ہیں وہ پہلے سے کہیں زیادہ ہیں لیکن ان کو محفوظ کرنے کی طرف توجہ مبذول نہیں کی گئی ہے۔ شاید اسی وجہ سے حالیہ حوالہ جات ندارد ہیں۔ ان کی تفصیلات سے قطع نظر ان کا سرسری اندراج اور مختصر تذکرہ آجاتا تو اس طرح جماعت وجمعیت کی تاریخ کا بڑا حصہ محفوظ ہوجاتا، جو بہر حال جماعت کی میراث اور اس کی تاریخ ہے۔ بہر کیف فاضل مرتب نے جماعت اہل حدیث جنوبی ہند کے حوالے سے اس کتاب کے ذریعہ ماضی کی بازدید اور اسلاف کے قصوں کی بازخوانی کا بہترین موقع فراہم کیا ہے۔ جس کے لیے وہ ہماری دلی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

اسی طرح اس پر عالم اسلام کے معروف محقق ومصنف اور نمونۂ سلف پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمٰن فریوائی حفظہ اللہ کی جامع تاثراتی تحریر نے کتاب کی افادیت کو چار چاند لگا دیا ہے۔ اسی طرح دیگر دیباچے بھی اہم ہیں۔ یہ کتاب علماء وعوام اور طالبان علوم نبوت سب کے لیے مفید ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس علمی وتاریخی کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور مولف کو مزید کی توفیق ارزانی کرے۔ آمین

☆☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

ماہِ ربیع الآخر کا چاند نظر نہیں آیا

دہلی: ۲۲ رستمبر ۲۰۲۵ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی سے جاری اخباری بیان کے مطابق آج بتاریخ ۲۹/ ربیع الاول ۱۴۴۷ھ مطابق ۲۲ رستمبر ۲۰۲۵ء بروز سوموار بعد نماز مغرب اہل حدیث کمپلیکس، اوکھلا، نئی دہلی میں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی کی ایک اہم میٹنگ منعقد ہوئی اور رؤیت ہلال ماہِ ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ کے سلسلے میں حسب سابق ملک کے اکثر صوبوں کے ذمہ داروں اور ملی تنظیموں سے بذریعہ فون رابطے کیے گئے۔ مگر ملک کے اکثر حصوں میں مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے رویت ہلال ماہ ربیع الآخر کی مصدقہ و مستند خبر موصول نہیں ہوئی۔ بنابریں مرکزی اہل حدیث رؤیت ہلال کمیٹی دہلی نے یہ فیصلہ کیا کہ آئندہ کل بتاریخ ۲۳ رستمبر ۲۰۲۵ء بروز منگل ماہ ربیع الاول کی تیسویں تاریخ ہوگی۔ ان شاء اللہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اکیسواں دو روزہ آل انڈیا مسابقہ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کا انعقاد دہلی میں ۴-۵ اکتوبر ۲۰۲۵ء کو تیاریاں تقریبا مکمل، پورے ملک کے حفاظ و قراء میں کافی جوش وخروش

دہلی: ۲۲ رستمبر ۲۰۲۵ء

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے زیر اہتمام اکیسواں آل انڈیا مسابقہ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کا انعقاد بتاریخ ۴-۵/ اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز سنیچر و اتوار بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی نہایت تزک و احتشام کے ساتھ ہو رہا ہے۔ جس کی تیاری تقریبا مکمل ہوچکی ہے۔ پورے ملک میں اس کے تئیں کافی جوش و خروش پایا جارہا ہے۔ بڑی تعداد میں ہر روز فارم موصول ہو رہے ہیں۔ رجسٹریشن کی آخری تاریخ ۲۸ رستمبر ۲۰۲۵ء مقرر ہے۔ امیدوار بذریعہ ٹیلی فون 011-23273407 و واٹس ایپ 8744033926 بھی رجسٹریشن کرا سکتے ہیں۔ مسابقہ کے کل چھ زمرے ہیں اور ہر زمرہ کے اول، دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے خوش نصیبوں کو گراں قدر نقد وانعامات، توصیفی اسناد و ہدایے سے نوازا جائے گا۔ جبکہ تمام شرکاء کو بھی تشجیعی انعامات اور توصیفی اسناد دیے جائیں گے۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند سے جاری ایک اخباری بیان میں دی گئی۔

اس موقع پر مسابقہ کی اہمیت وضرورت بیان کرتے ہوئے مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے فرمایا کہ قرآن کریم پروردگار عالم کا اس کے بندوں کے نام رشد و ہدایت، سعادت و فلاح، امن و اخوت اور عدل و مساوات کا آخری پیغام اور مکمل نظام حیات ہے۔ جس میں صبح قیامت تک کے لیے ملک وملت اور انسانیت کے دینی، علمی، تعلیمی، تربیتی، سماجی، سیاسی، اقتصادی، قومی اور بین الاقوامی مسائل ومشکلات کا حل موجود ہے اور جس میں قوموں کے عروج وانحطاط کا راز مضمر ہے۔ جن قوموں نے قرآن کریم کو سیکھا، نئی نسل کو سکھایا اور قرآنی ہدایات اور روشن تعلیمات پر عمل کیا وہ خیریت و بھلائی سے ہمکنار ہوئیں اور اس کے پیغام رحمت وانسانیت نوازی سے ساری دنیا کو فیضاب کیا اور جن قوموں نے اس سے اعراض وروگردانی کی راہ اختیار کی وہ ذلیل وخوار اور دنیا وآخرت میں ناکام ونامراد ہوئی۔ ہمارا ایمان واذعان ہے کہ آج بھی جب کہ ملک وملت اور انسانیت اپنے تمام تر دعوائے ترقی وتمدن کے علی الرغم مختلف قسم کے خاندانی، سماجی، معاشی، روحانی، جسمانی، تہذیبی، ثقافتی، جغرافیائی اور سیاسی مسائل و چیلنجز سے دوچار اور حقیقی چین وسکون، امن وشانتی اور خیریت وسعادت کی متلاشی ہے، قرآن کریم کی تعلیم وتعلم اور اعتصام وعمل کے ذریعہ سرخرو، خیریت یافتہ، فلاح یاب اور امن وسعادت سے سرشار ہوسکتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے پیغام امن وانسانیت کو عام کرنے، اس کی تعلیم و تدریس، تلاوت وتفہیم اور اس پر عمل کو ملک ومعاشرہ میں رواج دینے اور نئی نسل کے اندر مسابقتی ذوق ورجحان پیدا کرنے کی غرض سے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند ہر سال آل انڈیا مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم بڑے تزک واحتشام کے ساتھ منعقد کرتی ہے، جس میں پورے ملک سے بلاتفریق مسلک بڑی تعداد میں دینی مدارس وجامعات اور عصری اسکولوں، کالجوں اور یونیورسیٹیوں کے طلبہ شریک ہوتے ہیں۔

سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ مفتی عام مملکت سعودی عرب کے سانحہ ارتحال پر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کا تعزیتی پیغام

دہلی: ۲۴ رستمبر ۲۰۲۵ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی نے مملکت سعودی عرب کے مفتی عام، رئیس سپریم علماء کونسل، معروف خطیب اور عالم اسلام کی مقتدر اور علمی وتحقیقی شخصیت سماحۃ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ کے سانحہ ارتحال پر گہرے رنج وغم کا افسوس کیا ہے اور ان کی موت کو عالم اسلام کا عظیم خسارہ قرار دیا ہے۔ نیز سعودی فرماں روا شاہ سلمان بن عبدالعزیز آل سعود، ولی عہد شہزادہ محمد بن سلمان آل سعود، سعودی علماء وحکام وعوام، خانوادہ آل الشیخ اور پورے عالم اسلام کو قلبی تعزیت پیش کی ہے۔

انہوں نے کہا کہ سادگی، تواضع اور علمی گہرائی کے لیے مشہور علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ ان کے فتویٰ کو سعودی عرب ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کا تعلق شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہابؒ کے علمی وفکری خانوادے سے تھا، جو آل الشیخ سے مشہور ہے۔ آپ کی پیدائش ۱۹۴۳ء میں سعودی عرب کے ریاض شہر میں ہوئی۔ آپ شروع ہی سے نابینا تھے، اس کے باوجود آپ بڑے محدث وفقیہ اور خطیب ہوئے۔ آپ ولی عصر علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کے علمی وارث تھے۔ اور ان کے زمانہ ہی سے دارالافتاء ریاض میں نائب مفتی کی حیثیت سے ذمہ داری نبھا رہے تھے۔ آپ نے مفتی عام بننے سے قبل کئی سالوں تک حج کا خطبہ دیا۔ سن ۱۹۹۹ء میں آپ مفتی عام کے منصب پر فائز ہوئے۔ ان کا انتقال سے مملکت سعودی عرب اور عالم اسلام ایک جلیل القدر اور بابصیرت عالم دین سے محروم ہوگیا۔ قابل ذکر ہے کہ مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کی بعض آل انڈیا اہل حدیث کانفرنسوں میں علامہ کے ٹیلی فونک خطاب بھی ہوئے تھے۔

پریس ریلیز کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث کے دیگر ذمہ داران، اراکین وکارکنان نے بھی علامہ کے انتقال پر گہرے رنج وغم کا افسوس کیا ہے اور دعا گوں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور ان کو جنت الفردوس کا مکین بنائے اور ملت اسلامیہ خصوصا سعودی عرب کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

واضح رہے کہ علامہ کے انتقال کے معاً بعد مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی طرف سے پورے ہندوستان کے ائمہ ومتولیان مساجد، ذمہ داران مدارس و ذیلی جمعیات سے علامہ کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کرنے کی اپیل کی گئی، جس کا الحمدللہ پورے ملک میں اہتمام بھی ہوا۔

مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کا اعلیٰ سطحی راحتی وفد کا دورہ پنجاب اور ریلیف کی تقسیم سیلاب ایک عظیم

حادثہ، مگر انسانیت زندہ: اصغرعلی امام مہدی سلفی

دہلی: ۲۵؍ستمبر ۲۰۲۵ء، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر محترم مولانا اصغرعلی امام مہدی سلفی کی قیادت میں ناظم مالیات الحاج وکیل پرویز، مولانا محمد رئیس فیضی، صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے ذمہ داران واراکین خصوصا جناب عرفان انجم صاحب خازن صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب، مکرم سیفی، مولانا خبیب ندوی صاحب، محمد شاہد صاحب وغیرہ پر مشتمل ایک اعلیٰ سطحی راحتی وفد نے مورخہ ۲۳؍ستمبر ۲۰۲۵ء پنجاب کے مختلف سیلاب زدہ مقامات کا دورہ کیا۔ متاثرین سے ملاقاتیں کیں اور حالات کا جائزہ لیا اور متاثرین کے درمیان نقد ریلیف تقسیم کی۔ یہ جانکاری مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک پریس ریلیز میں دی گئی۔

پریس ریلیز کے مطابق امیر محترم اراکین وفد کے ساتھ امرتسر پہنچے، گولڈن ٹیمپل کے ذمہ داران سے ملاقات کی اور اظہار یکجہتی فرمائی، انہوں نے آپ کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور آپ کی خدمت میں مومنٹو پیش کیا۔ امیر محترم نے بھی ان کی خدمت میں مرکزی جمعیت اہلحدیث ہند کے انگریزی ماہنامہ دی سمپل ٹروتھ اور ماہنامہ اصلاح سماج کا خصوصی شمارہ بعنوان ''احترام انسانیت اور مذاہب عالم'' پیش کیا۔ وہاں سے قافلہ چند ہندو مسلم اور سکھ کے اہم لوگوں کی رہنمائی میں امرتسر سے تقریباً چالیس کلومیٹر دور رمداس، کونے والا، ماچھی وان وغیرہ متاثرہ مقامات کا دورہ کیا وہاں متاثرہ علاقوں کا مشاہدہ کے ساتھ خاص ان گھروں کا معائنہ کیا جو یا تو مکمل گر چکے ہیں یا زیادہ متاثر ہیں اور کس طرح سیلاب نے تباہی مچائی ہے خاص طور پر متاثرہ خاندانوں اور دیگر لوگوں سے ملاقات کی اور انہیں تسلی دی اور متاثرین کے مابین چیک اور نقدی ریلیف تقسیم کیا۔ رمداس، ماجھی وان کے سرپنچ اور وہاں کی ایک اہم شخصیت پال جی نے وفد کا استقبال کیا، چائے پانی کا اہتمام کیا اور ایک قدیم مہجور مسجد کی صفائی کے بعد نماز پڑھنے کا نظم کیا۔ امیر محترم، ناظم مالیات واراکان وفد عرفان انجم، مکرم سیفی صاحب وغیرہ کی شال پوشی کر کے استقبال کیا۔ تقریباً ڈھائی بجے رات کو یہ راحتی قافلہ امرتسر سے مالیرکوٹلہ پہنچا۔ اگلے دن مالیرکوٹلہ میں صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے ذمہ داران اور معززین شہر وغیرہ سے ملاقاتیں ہوئیں۔ امیر محترم نے جامع مسجد میں درس دیا اور شام میں دہلی کے لیے یہ قافلہ روانہ ہوگیا۔

واضح ہو کہ مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے اس اعلیٰ سطحی راحتی وفد کے دورہ پنجاب کی ساری ترتیب وتیاری صوبائی جمعیت اہل حدیث پنجاب کے امیر جناب مشتاق احمد صدیقی صاحب، ناظم اعلیٰ جناب منصور عالم صاحب، چیئرمین ریاستی وقف بورڈ پنجاب جناب محمد اویس صاحب، رکن مرکزی مجلس شوریٰ جناب طلحہ رشید صاحب، جناب یاسر رشید صاحب، رکن مرکزی مجلس شوریٰ جناب رمضان بخشی صاحب وغیرہ وغیرہ نے کی تھی۔

☆☆☆

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

"Registered with the Registrar of Newspapers for India"

JARIDA TARJUMAN

(FORTNIGHTLY)

AHL-E-HADEES MANZIL, 4116, URDU BAZAR, JAMA MASJID, DELHI - 110006

PH. : 011 - 23273407, TELEFAX : 23246613

R.N.I. No-39374/80

REGD. DL(DG-11)/8064/2023-25

Licenced to Post Without Pre-payment in LPC, Delhi RMS Delhi-110006

Under U (C) - 277/2023-25

October 1-15-2025

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام

سنہرا موقع

دینی مدارس وجامعات اور اسکولز اور کالجز کے طلبہ کے لیے
ملکی سطح پر عظیم الشان مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم میں حصہ لینے
اور ہزاروں روپئے کے گراں قدر نقد ودیگر انعامات حاصل کرنے کا

اکیسواں کل ہند

مسابقہ حفظ وتجوید وتفسیر قرآن کریم

بتاریخ **4-5/اکتوبر 2025ء**

بمطابق ۱۱-۱۲/ربیع الآخر ۱۴۴۷ھ

ہفتہ، اتوار بوقت ۸/بجے صبح تا ۹/بجے شب

بمقام

اہل حدیث کمپلیکس

D-254، ابوالفضل انکلیو

جامعہ نگر، اوکھلا، نئی دہلی-۲۵

رجسٹریشن کی آخری تاریخ

28/ستمبر 2025ء

اغراض ومقاصد

☆ مسلمانوں کو زندگی کے تمام امور میں قرآنی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب دینا۔
☆ قرآن کریم کی تلاوت، تجوید وحفظ، اس کے معانی وتفسیر پر فکر وتدبر میں دلچسپی پیدا کرنا۔
☆ مسلمان بچوں میں قرآن کریم کی تلاوت وحفظ کا شوق پیدا کرنا۔
☆ امت کو کتاب الٰہی سے وابستہ کرکے دنیا وآخرت میں فوز وفلاح سے ہمکنار کرنا۔
☆ حفاظ وقراء کی حوصلہ افزائی نیز مدارس میں فن تجوید پر مزید توجہ کی راہ ہموار کرنا۔
☆ ابنائے وطن اور انسانی برادری کو قرآن کے پیغام امن وشانتی، اخوت وبھائی چارہ اور عدل وانصاف سے متعارف کرانا۔

ممتاز حفاظ وقراء کے لیے بین الاقوامی مقابلہ قرآن میں نامزدگی کا امکان

شرائط شرکت مسابقہ

❶ مقابلہ میں شرکت کی درخواست مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے مقررہ فارم پر دی جائے گی۔ ناگزیر حالات میں رجسٹریشن کے لئے سادہ کاغذ پر بھی درخواست دی جاسکتی ہے، اور بذریعہ فون بھی رجسٹریشن ممکن ہے البتہ مسابقہ شروع ہونے سے پہلے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے مطبوعہ فارم حاصل کرکے پر کرنا ضروری ہے ❷ زمرہ پنجم میں شرکت کے لیے پندرہ سال، زمرہ چہارم اور سوم کے لیے ۲۰ سال، زمرہ اول، دوم اور ششم کے لیے ۲۵ سال سے عمر زائد نہ ہو۔ البتہ زمرہ پنجم اور ششم میں شرکت کے متمنی اسکول، کالج کے وہ طلبہ جن کا پس منظر مدارس نہ ہوں ان کی عمر ۲۵ سال مقرر ہے۔ ❸ امیدوار کا شمار ملک کے مشہور پیشہ ور قراء میں نہ ہوتا ہو۔ ❹ اس سے پہلے وہ کسی بین الاقوامی مقابلۂ حفظ وقرأت میں حصہ نہ لے چکا ہو ❺ مرکزی جمعیت کے کسی مقابلے کے شریک قاری کو اس زمرے میں یا اس سے زیریں زمرے میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی جس میں وہ پہلے بھی حصہ لے چکا ہو۔ ❻ مقابلے میں شرکت کی مکمل درخواست، انعقاد مقابلہ سے پانچ روز قبل دفتر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کو موصول ہونا لازمی ہے بصورت دیگر درخواست رد کردی جائے گی ❼ حفظ قرآن اور تجوید واحکام کی قابل قبول سند یا تصدیق نامہ کی فوٹو کاپی درخواست کے ساتھ منسلک ہو اور اصل اپنے ساتھ لائے۔ ❽ مقابلے میں شرکت کی نامزدگی کسی دینی تعلیمی ادارے یا معروف مسلم تنظیم کی جانب سے ہونی چاہیے۔ ❾ اصول تجوید وقرأت سے ناواقف امیدوار کو مقابلے سے خارج کردیا جائے گا ☆ حفظ کررہے طلبہ کو زمرہ پنجم (ناظرہ قرآن مکمل) میں شرکت کی اجازت نہیں ہوگی۔

مقابلے کے زمرے

اول	حفظ قرآن کریم کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید قرأت
دوم	حفظ قرآن کریم بیس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
سوم	حفظ قرآن کریم دس پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
چہارم	حفظ قرآن کریم پانچ پارے مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
پنجم	ناظرہ تلاوت قرآن کامل مع سوالات متعلقہ بہ احکام تجوید وقرأت
ششم	سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق کے ترجمے اور تفسیر کا تحریری امتحان

ترجمہ وتفسیر (سورۃ النور، الفرقان، محمد، الحجرات، الطلاق) کا تحریری امتحان بتاریخ ۴/اکتوبر ۲۰۲۵ء بروز ہفتہ بمقام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی منعقد ہوگا اور اس کا پرچہ سوالات مصحف مطبوع مجمع الملک فہد ۱۴۱۷ھ ترجمہ مولانا جونا گڑھی رحمہ اللہ کی روشنی میں تیار کیا جائے گا۔ ان شاء اللہ نقد انعامات کے علاوہ دیگر انعامات بھی دیئے جائیں گے نیز دیگر شرکاء کے لیے بھی کچھ تشجیعی انعامات ہوں گے۔

نوٹ: مزید تفصیلات اور داخلہ فارم جریدہ ترجمان کے اس شمارہ کے اندرونی صفحات پر ملاحظہ فرمائیں۔

مسابقہ فارم جمعیت کی ویب سائٹ www.ahlehadees.org سے بھی ڈاؤن لوڈ کیا جاسکتا ہے۔
نیز مسابقہ فارم مرکزی کے آفیشیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر بھی موجود ہے۔

مزید معلومات کے لیے رابطہ کریں

مسابقۃ حفظ و تجوید و تفسیر قرآن کریم کمیٹی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶، اردو بازار، جامع مسجد دہلی-۶، فون: 011-23273407، موبائل 8744033926, 9213172981

الداعی: مرکزی جمعیۃ اہل حدیث ہند

Total Pages 32

Printed & Published by Mohammad Tahir, on behalf of Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind, and printed at M.S. Printers, A-145, Gali No.8, Chauhan Banghar, Seelampur and published from Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar, Jama Masjid, Delhi-110006.
Editor. Md Khurshid Alam